قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 29 اپریل 2022ء | 27 رمضان 1443 ہجری قمری | 29 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 102

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ أَبِي مَسۡعُوۡدٍ الۡغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلّم ذَاتَ يَوۡمٍ وَأَهَلَّ رَمَضَانُ فَقَالَ: لَوۡيَعۡلَمُ الۡعِبَادُ مَارَمَضَانُ لَتَمَنَّتۡ أُمَّتِي أَنۡ تَكُوۡنَ السَّنَةُ كُلَّهَا

(شعب الإيمان کتاب الصیام باب فضائل شهر رمضان حدیث نمبر 3361)

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

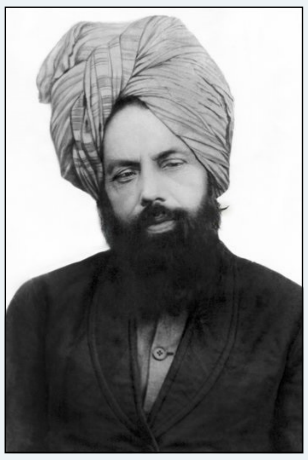

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اُس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور اِنقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نِرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102 ایڈیشن 1988ء)

’’روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شامل نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 292-293 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

ذٰلِکَ ٭ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۳﴾

(الحج: 33)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی مقرر کردہ نشانیوں کی عزت کرے گا اس (کے اس فعل) کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا جائے گا۔

فرمان خلیفہ وقت

جمعۃ الوداع

’’اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جمعہ کے دن کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن جمعۃ الوداع کی کسی اہمیت کا تصور نہیں ملتا۔ بلکہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس آخری جمعہ میں جو رمضان کا آخری جمعہ ہے، یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اس جمعہ سے اس طرح گزریں اور نکلیں کہ رمضان کے بعد آنے والے جمعہ کی تیاری اور استقبال کر رہے ہوں اور پھر ہر آنے والا جو جمعہ ہے وہ ہر نئے آنے والے جمعہ کی تیاری کرواتے ہوئے ہمیں روحانیت میں ترقی کے نئے راستے دکھانے والا بنتا چلا جائے اور یوں ہمارے اندر روحانی روشنی کے چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہو اور ہر آنے والا رمضان ہمیں روحانیت کے نئے راستے دکھاتے چلے جانے والا رمضان ہو، نئی منازل کی طرف راہنمائی کرنے والا رمضان ہو جس کا اثر ہم ہر لمحہ اپنی زندگیوں پر بھی دیکھیں اور اپنے بیوی بچوں پر بھی دیکھیں اور اپنے ماحول پر بھی دیکھیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوئم صفحہ 529)

’’آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے جس کو جمعۃ الوداع کہنے کی ایک اصطلاح چل پڑی ہے۔ غیروں میں تو خیر دین میں اتنا بگاڑ پیدا کرلیا ہے کہ وہ تو اس کو جو بھی چاہے نام دیں، اور جو بھی چاہیں عمل کریں، جس طرح جی چاہے عمل کریں اور اس کی تشریح بیان کریں، یہ ان کا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ تو اس خیال کے بھی ہیں کہ جمعۃ الوداع کے دن چار رکعت نماز پڑھ لو تو قضائے عمری ادا ہوگئی۔ یعنی جتنی چھُٹی ہوئی نمازیں ہیں وہ ادا ہوگئیں، تین چار رکعتوں کے بدلے میں۔ اور اب نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جو نمازیں نہیں پڑھی گئی تھیں پوری ہوگئیں۔ پھر یہ سوچ کہ۔ جمعۃ الوداع آئے گا تو چار رکعت نماز پڑھ لیں گے، پھر چھٹی ہوگی ایک سال کی۔ تو

بقیہ صفحہ 6 پر

اس شمارہ میں

- کسی کو زعمِ ہشیاری بہت ہے (منظوم)
- جمعۃ الوداع یا جمعۃ الاستقبال
- دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- ربط ہے جان محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- شوال کے روزے
- فتوحات کا مہینہ اور فتح مکہ
- عید الفطر، تشکر کا دن

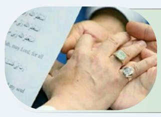

دربارِ خلافت

قرآن کریم کی رمضان کے مہینہ کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

رمضان کا مہینہ ایک مسلمان کی زندگی میں کئی بار آتا ہے اور ایک عمل کرنے والے مسلمان کو یہ بھی علم ہے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ ایک باعمل اور کچھ علم رکھنے والے مسلمان کو یہ بھی پتہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر سال اُس وقت تک جتنا بھی قرآن نازل ہوا ہوتا تھا، اُس کا دَور حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے، سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال کے، جب قرآنِ کریم مکمل نازل ہو چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری مل گئی تھی کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ: 4) کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو دین کے طور پر تمہارے لئے پسند کر لیا۔

اس آخری سال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دفعہ جبرئیل نے قرآنِ کریم کا دَور دو مرتبہ مکمل کروایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث 3624)

پس قرآن کریم کی رمضان کے مہینے کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ ہر سال جب رمضان آتا ہے ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ گویا رمضان اپنے اور فیوض کے ساتھ ہمیں اس بات کی بھی یاددہانی کے لئے آتا ہے کہ اس مہینے میں قرآنِ کریم کا نزول ہوا۔

مَیں نے جو آیت تلاوت کی ہے، اس وقت اُس کے صرف پہلے حصے کے میں بارے میں کچھ کہوں گا، آخری حصے کے بارے میں نہیں۔ پس یہ رمضان اس بات کی بھی یاددہانی کرواتا ہے کہ اس عظیم کتاب میں انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کی تعلیم ہے۔ اس بات کی یاددہانی کرواتا ہے کہ اس میں حق اور باطل میں روشن نشانوں کے ساتھ فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ اس بات کی یاددہانی کرواتا ہے کہ روزوں کی فرضیت کی کتنی اہمیت ہے اور کس طرح رکھنے ہیں؟ اس بات کی بھی یاددہانی کرواتا ہے کہ قرآنِ کریم کی تعلیم مکمل اور جامع ہے۔ لیکن ان سب باتوں کی یاددہانی کا فائدہ تبھی ہے جب ہم اس یاددہانی کی روح کو سمجھنے والے ہوں، ورنہ رمضان تو ہر سال آتا ہے اور آتا رہے گا ان شاء اللہ۔ اور رمضان اور قرآن کے تعلق کی یاددہانی جب بھی آئے گا، اور جب بھی آتا ہے کرواتا ہے اور کرواتا رہے گا۔ اور ہم اس کی اہمیت سن کر خوش ہوتے رہیں گے۔ اس یاددہانی کا فائدہ تو تب ہو گا جب ہم اپنے عمل پر اس اہمیت کو لاگو کریں گے۔

پس یہ مقصد تب پورا ہو گا جب شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ کے الفاظ سنتے ہی قرآنِ کریم ہمارے ہاتھوں میں آ جائے گا اور ہم زیادہ سے زیادہ اُس کے پڑھنے کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ رمضان کی اس یاددہانی کا مقصد تب پورا ہو گا جب ہم ان دنوں میں قرآنِ کریم کے مطالب کو سمجھنے اور غور کرنے کی کوشش کریں گے تا کہ ’’ھُدًی لِّلنَّاسِ‘‘ کی حقیقت ہم پر واضح ہو۔ رمضان اور قرآن کی آپس میں جو نسبت ہے اس کی یاددہانی اُس وقت ہم پر واضح ہو گی جب ہم کوشش کر کے قرآنِ کریم کے حکموں کو خاص طور پر اس مہینے میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

پس رمضان ہمیں یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ قرآنی احکامات کی تلاش کرو۔ رمضان ہمیں اس بات کی یاددہانی کرواتا ہے اور اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ قرآنی احکامات کی تلاش کرنے کے بعد اُنہیں اپنی زندگیوں پر لاگو کر کے اُس کا حصہ بناؤ۔ رمضان ہمیں قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی پہلے سے بڑھ کر سعی اور کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوتا ہے اُس کی عبادت کا حق ادا کرنے سے۔ اور عبادت کا یہ حق نمازوں کو سنوار کر اور باقاعدہ اور وقت پر پڑھنے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پڑھنے سے، پھر نوافل اور ذکرِ الٰہی پر زور دینے سے ادا ہوتا ہے۔

پس یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرو تا کہ خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ، تا کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب کر لو۔ تا کہ خدا اور بندے کے درمیان جو دُوری ہے اُسے ختم کر دو۔ رمضان یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ اُس رسّے کو مضبوطی سے پکڑنے والے بن جاؤ جس کا ایک سِرا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سِرا اُس نے اپنے قرب کی تلاش کرنے والے بندوں کے لئے زمین پر لٹکایا ہوا ہے جو اُسے پکڑے گا وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے گا۔ رمضان ہمیں یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ‘‘ (البقرہ:187) پس اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کر کے اس قرب سے فیض پالو۔ رمضان ہمیں یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کرو۔ قرآنِ کریم میں بندوں کے جتنے بھی حقوق بیان ہیں اُن سب حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تو غیروں کے حقوق کی ادائیگی پر بھی بہت توجہ دلائی ہے اور مسلمانوں کے لئے تو آپس میں بہت زیادہ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:30) اور حقوق کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

(خطبہ جمعہ 19/ جولائی 2013ء)

کسی کو زعمِ ہشیاری بہت ہے

کسی کو زعمِ ہشیاری بہت ہے
ہمیں بس یار کی یاری بہت ہے
زباں پہ رام اور پہلو میں خنجر
مرے محسن میں فنکاری بہت ہے

مسلماں وہ مجھے کہتے ہیں کافر
کہ جن کا دین سرکاری بہت ہے
مجھے کیا فکر خستہ پیرہن کی
کہ مجھ کو اس کی ستاری بہت ہے

مجھے اک آہ بھرنی ہے شبِ غم
مجھے بس اتنی تیاری بہت ہے
وہ ساز و باز کرتے ہیں عدو سے
وفا بس نام عیاری بہت ہے

وہ میرے ساتھ ہے وہ بولتا ہے
مجھے یہ بات ہی پیاری بہت ہے
ہے دستورِ وطن بالکل نرالا
یہاں دیں پر گرفتاری بہت ہے

دروغ و شور و غوغا اس کا پیشہ
ہمیں بس راست گفتاری بہت ہے
مجھے دیتے ہیں غم ہر سو اگرچہ
انہیں دعوائے غم خواری بہت ہے

اسے اک بار دیکھا پر نہ دیکھا
کہ وہ جلوہ مجھے بھاری بہت ہے
متانت ڈھونڈ کر لاؤ کہیں سے
یہاں انداز بازاری بہت ہے

کریم ان کو بچھڑنے کی تمنا
ہمیں پاسِ وفاداری بہت ہے

کریم احمد شریف۔ امریکہ

اداریہ

جمعۃ الوداع یا جمعۃ الاستقبال

ویسے تو رمضان کے مبارک و مقدس مہینے کے تمام دن بالخصوص تمام جمعے ہی مبارک ہیں مگر آخری جمعۃ المبارک کو بہت اہمیت دے دی گئی ہے۔ اس آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ جس میں رمضان کے رخصت ہونے کا پیغام پنہاں ہے۔ یہ جمعہ مسلمانوں میں روایتی طور پر ایک یادگار جمعہ بن گیا ہے۔ اس روز مساجد ضرورت سے زیادہ آباد ہوتی ہیں۔ نمازوں کے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک غلط تصوّر مسلمانوں میں پیدا ہوتا جا رہا ہے کہ یہ دن بخشش اور مغفرت کا دن ہے جو شخص اس روز جمعہ پر حاضر ہو جائے گا خواہ اس نے سارا سال مسجد کا منہ تک نہ دیکھا ہو بخشا جائے گا۔ اسی لئے وہ مسجد میں جو عام دنوں میں نمازیوں کے مقابل پر بہت بڑی دکھائی دیتی ہیں آج چھوٹی پڑ جاتی ہیں۔ بلکہ ملحقہ سڑکوں اور گلی بازاروں میں بھی نمازی نظر آتے ہیں۔ اب تو یہاں یورپ میں بھی سڑکوں پر مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھا جا سکتا ہے اور سارا سال مسجد کا منہ تک نہ دیکھنے والے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس دن یا لیلۃ القدر کی عبادت، پہاڑ جیسے بلند گناہوں کے ڈھیر کو بھی بخشوانے کے لئے کافی ہے۔ یہ بات اسلامی عبادات کے فلسفہ کے منافی ہے پاکستان میں میری ایک غیر از جماعت گزٹڈ افسر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے فخریہ طور پر بتلایا کہ میں سارے سال میں صرف جمعۃ الوداع پر حاضر ہوتا ہوں۔ نماز عید پر بھی نہیں جاتا۔ یہ ذاتی concept اور یہ تصور غلط ہے یہ اسلامی تصور نہیں۔

عبادات تو ایک تسلسل کا نام ہے جس میں استقامت اور مشقت ضروری ہے۔ ماں ایک مسلسل تکلیف دہ مرحلے سے گزر کر بچہ جنتی ہے جس پر وہ خوش ہوتی ہے جو اس کا حق بھی ہے۔ بعینہ رمضان کی مشقت میں اپنے آپ کو ڈال کر جمعۃ الوداع یا عید منانے کا حق بھی انہی کو ہے۔ جو پورے آداب اور مکمل شرائط کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو اٹھتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں۔

ماں کو بچے سے پیار بھی اسی درد اور تکلیف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اس نے جنتے وقت برداشت کی ہوتی ہے ورنہ بچے کی دعویدار غیر عورت تو بچے کو آدھا آدھا کروانے سے بھی نہیں ہچکچاتی۔ اسی لئے حقیقی ماں کی طرح رمضان سے پیار کرنے والے لوگوں کے لئے یہ الوداع کا جمعہ، الوداع کا جمعہ نہیں رہتا۔ نیکیوں کے استقبال کا جمعہ بن جاتا ہے۔ ہاں یہ الوداع کا جمعہ بھی ہوتا ہے مگر بدیوں کو الوداع کرنے کا جمعہ۔ اپنے گناہ آلودہ جسم سے بدیوں کو الگ کرنے کا جمعہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ ایک دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کر دے جتنا مشرق و مغرب کا ہے۔ اور میرے گناہ اس طرح پاک و صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا دھل کر گندگی سے صاف ہو جاتا ہے۔
(بخاری کتاب الصلوۃ)

اس کے بالمقابل ایک مومن نیکیوں کے استقبال کے لئے منتظر رہتا ہے۔ وہ جمعہ کو مخاطب ہو کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ جی آیاں نوں۔ میری زندگی میں یہ مبارک جمعہ آیا ہے آئندہ بھی اس مبارک دن کی عبادت سے دُور نہیں رہوں گا۔ وہ نماز کو ''جی آیاں نوں'' کہہ رہا ہوتا ہے۔ وہ قرآن کریم کا ''اَھْلًا وَّسَھْلًا وَّمَرْحَبًا'' کہہ کر استقبال کر رہا ہوتا ہے وہ ہر نیکی کو ''خوش آمدید'' کہتا ہے۔

اگر کوئی ایک ماہ رمضان، انسان کی گود کو کسی ایک نیکی سے ہری کر گیا ہے یا کسی بدی سے نفرت پیدا کر گیا ہے تو سمجھیں اُس کا ماہ رمضان کامیاب گزر رہا ہے۔ اُس نے ماہ رمضان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھایا ہے۔ میں ذاتی طور پر کئی دوستوں کو جانتا ہوں جو ایک ماہ رمضان میں بدی چھوڑنے کا عہد کرتے ہیں یا کسی ایک نیکی کو اپنانے کا عہد باندھتے ہیں اور پھر سارا سال اس پر کاربند رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر آنحضورؐ کا یہ ارشاد پورا اترتا ہے۔

اِذَا سَلِمَ الرمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ کہ اگر ماہ رمضان سلامتی سے گزر گیا تو سمجھو سارا سال خیریت سے گزر گیا۔ اس مضمون کو مزید سمجھنے کے لئے لفظ ''الوداع'' پر غور ضروری ہے۔ لفظ الوداع اپنی ذات میں افسردگی کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر خوشی کا پیغام بھی دے رہا ہوتا ہے۔ جیسے بچیوں کو رخصت کرتے وقت ماحول افسردہ ہو جاتا ہے۔ بچیوں کا یہ الوداع اُس وقت خوشی کا پیغام بن جاتا ہے جب وہ اپنے اپنے گھروں میں ہنسی خوشی زندگی بسر کرتی ہیں اور اولاد کے ذریعہ خاندانوں میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔

ماں باپ اپنے بچوں کو یا بیویاں اپنے خاوندوں کو کمائی کی خاطر یا اعلیٰ تعلیم دلوانے کی خاطر اپنے سے الگ کرتے ہیں اور بیرون ملک بھجوانے کے لئے الوداع کرتے ہیں تو یہ ماحول بھی افسردہ ماحول ہوتا ہے مگر جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے گھر آتے ہیں کوئی ڈاکٹر بن کر آتا ہے کوئی انجنیئر بن کر آتا ہے یا کمائی کی خاطر گئے ہوئے لوگ جب گھر کی ضروریات کے لئے رقم بھجوانا شروع کر دیتے ہیں اور گھر میں تنگی کا ہاتھ ذرا آسان ہو جاتا ہے تو پھر افسردگی دور ہوتی ہے اور یہی افسردگی خوشی میں بدل جاتی ہے۔

بعینہ رمضان کا یہ آخری جمعہ مومنوں کے لئے افسردگی کا ماحول پیدا کر دیتا ہے۔ یہ رحمتوں، فضلوں کے دن آئے تھے۔ ہم نے تو ابھی اپنے کھیسے اور کشکول بھی نہیں بھرے اور یہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ایک فکر لاحق ہوتی ہے۔ ایک پریشانی بڑھتی ہے مگر جب اللہ تعالیٰ بخشش کے سامان پیدا فرماتا ہے، انعامات سے نوازتا ہے تو پھر یہی افسردگی خوشی میں بدل جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بیٹی کی رخصتی یا بیٹے و خاوند کو رخصت کر کے گھر میں باقی ماندہ افراد کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ بعینہ رمضان کی رخصتی کے بعد مومنوں کی ذمہ داری میں اضافہ ہونا چاہئے۔

اس مضمون میں ایک اور نصیحت بھی پنہاں ہے اور وہ یہ کہ الوداع ہونے والے الوداع ہوتے وقت اپنے عزیز و اقارب کو نصیحت کر رہے ہوتے ہیں مثلاً خاوند جب کمائی کے لئے جا رہا ہوتا ہے تو اپنے بیوی بچوں کو نصیحت کرتا ہے اور وہ اس کی نصیحت کی لاج بھی رکھتے ہیں بعینہ رمضان کا الوداع ہونے والا یہ جمعہ ہم سب کو یہ نصیحت کر رہا ہوتا ہے کہ اے مومنو! تم نے اپنی بساط کے مطابق خدا کی رحمت کو جذب کیا ہے۔ آج تم اپنے گھروں کو خالی کر آئے ہو اور مسجدوں کو بھر دیا ہے۔ دیکھنا اور ہوشیار رہنا اس کے رخصت ہو جانے سے تم بھی مساجد سے رخصت نہ ہو جانا۔ نیکیوں سے ہاتھ نہ دھو بیٹھنا۔ بلکہ رحمت کے اس سرے کو اگلے رمضان کی رحمت کے سرے سے باندھ دینا تا یہ تسلسل جاری رہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ سردیوں کے روزے ایسا مال غنیمت ہے جو بغیر جنگ اور مشقت کے حاصل ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی) بہت ہی احسن رنگ میں آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے مضمون کو سمجھایا ہے۔ روزے خواہ گرمیوں کے ہوں یا سردیوں کے۔ انہیں مال غنیمت قرار دیا ہے۔ گرمیوں میں یہ مال غنیمت محنت و مشقت اور ایک تکلیف کے دور سے گزر کر حاصل ہوتا ہے جبکہ سردیوں میں یہ بغیر جنگ کے حاصل ہو جاتا ہے۔

مال غنیمت کیا ہے۔ وہ ایک زاد راہ ہے جو مستقبل کے کام آتا ہے۔ رمضان کی برکات، اللہ تعالیٰ کے افضال، اس کی رحمتیں، اس کی بخشش، اس کے انعامات خدا تعالیٰ کی طرف سے مال غنیمت ہے۔ اگر اس رمضان میں مال غنیمت حاصل کیا ہے اور جمعۃ الوداع سے اپنی جھولی جھاڑ کر اُٹھے ہیں تو یہ پھر مال غنیمت نہیں ہے۔ مال تو وہ ہے جو مستقبل کے کام آئے۔ مال غنیمت کا دوسرا اصول جو قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اموال غنیمت میں سے اللہ، اس کے رسول، اقرباء، یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل یعنی مسافروں کے لئے پانچواں حصہ ہے۔ (الانفال:42) اموال غنیمت کو پوٹلی میں بند کر کے نہیں رکھنا بلکہ استعمال کرنا ہے۔ اپنے عزیز و اقارب، مساکین، یتامیٰ اور مسافروں کے لئے۔ یہی وہ سبق ہے جو رمضان ہمیں دیتا ہے۔ رمضان کے روزے ہمیں کیا سکھاتے ہیں۔ اللہ کا حق ادا کرنا سکھلاتے ہیں اس کے رسول کا حق، اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ اللہ کا حق کیا ہے؟ اگر رمضان نے نماز پڑھنی سکھلا دی ہے۔ قرآن پڑھنا آ گیا ہے۔ اطاعت رسول کے سلیقے سیکھ لیے ہیں تو اموال غنیمت ہے۔ جس میں اللہ اور اس کے رسول کے لئے خرچ کرنا ہے یعنی ان کی ادائیگی چھوڑ نہیں دینی بلکہ پانچواں حصہ خدا کے لئے ہے۔

اور جہاں تک بےکس، مجبور و مقہور مخلوق کا تعلق ہے۔ اُن کی خدمت سے آپ رمضان میں لطف اندوز ہوئے اور اس طریق سے بھی رُکنا نہیں۔ بلکہ اسے اموال غنیمت سمجھتے ہوئے اس کا پانچواں حصہ سارا سال ہی خرچ کرتے رہنا ہے۔

ابھی رمضان کے اختتام پر عید آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس عید کا ایک حق یہ ہے کہ اموال غنیمت جو ہم نے حاصل کئے ہیں ان کو مزید بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے سے کم حیثیت بھائیوں کے گھروں میں جائیں۔ ان سے عید ملیں۔ تحفے تحائف دے کر ان کی خوشیوں میں شامل ہوں۔ ضروری نہیں کہ احمدی افراد کے گھروں میں ہی جائیں۔ غیر از جماعت گھروں میں بھی جایا جا سکتا ہے۔ کوئی احمدی ایسا نہ ہو جو اس موقع پر اموال غنیمت کو استعمال نہ کر رہا ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فراخی اور کشائش سے نواز رکھا ہے وہ مستحقین کا حق ادا کر رہا ہو۔

ان تمام کام کو جاری رکھنے کے لئے ایک عزم صمیم کی ضرورت ہے۔ باقی ماندہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانے کی ضرورت ہے۔ اپنی سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرنے کی ضرورت ہے۔ آنسو تو محبت کے سفیر ہوتے ہیں۔ قبولیت کی سند ہوتے ہیں جہاں کام رک جائے۔ زبان کام نہ کرے وہاں آنسو کام آتے ہیں ایک بچے کی بلبلاہٹ اور اس کے رونے سے ماں کے پستانوں میں بھی دودھ اتر آتا ہے مومنوں کو بھی خشوع و خضوع اختیار کرنے کی تلقین قرآن میں ملتی ہے۔ اس لئے راتوں کو بیدار کریں روئیں، گڑگڑائیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اگر بخشش ہو گئی تو تر گئے

آ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ عاجزی اپنا شعار بنالو اور رونے کی عادت ڈالو کیونکہ رونا اسے بہت پسند ہے۔ اگر 40 دن تک رونا نہ آئے تو سمجھو دل سخت ہو گیا ہے۔ اس لئے آنحضورؐ کی زبان میں دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ تا وہی رقت، قلق خشوع خضوع پیدا ہو جو آنحضورؐ کے صاف و مُصفّی دل میں پیدا ہوتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

آج رمضان کا آخری جمعہ ہے بعض لوگ اس اہمیت کی وجہ سے آئے ہوں گے کہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اس لئے یہاں بڑی مسجد میں آ کر پڑھ لو یا بعض دفعہ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں آخری جمعہ ضرور پڑھنا ہے اس لئے پڑھ لو۔ جماعت کے افراد کو جمعہ کی اہمیت کی طرف

بقیہ صفحہ 8 پر

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 23

سوائے دعا کے کوئی حربہ کام نہ آیا

جب ایک مرض ہوتی ہے کہ اس میں جب تک مکیاں مارتے رہیں تو آرام رہتا ہے۔ اسی طرح فراغت میرے واسطے مرض ہے ایک دن بھی فارغ رہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ اس لئے ایک کتاب شروع کر دی ہے جس کا نام حقیقت دعا رکھا ہے ایک رسالہ کی طرز پر لکھا ہے۔ دعا ایسی شئے ہے کہ جب آدمؑ کا شیطان سے جنگ ہوا تو اس وقت سوائے دعا کے اور کوئی حربہ کام نہ آیا۔ آخر شیطان پر آدمؑ نے فتح بذریعہ دعا پائی رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔

(الاعراف:24)

اور آخر میں بھی دجال کے مارنے کے واسطے دعا ہی رکھی ہے۔ گویا اول بھی دعا اور آخر بھی دعا ہی دعا ہے۔ حالت موجودہ بھی یہی چاہتی ہے۔ تمام اسلامی طاقتیں کمزور ہیں۔ اور ان موجودہ اسلحہ سے وہ کیا کام کر سکتی ہیں۔ اب اس کفر وغیرہ پر غالب آنے کے واسطے اسلحہ کی ضرورت بھی نہیں۔ آسمانی حربہ کی ضرورت ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 227-228)

آخری زمانہ میں دعا کے ذریعہ غلبہ اور تسلط عطا ہوگا

ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے زیر کیا تھا اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔ ہر ایک امر کے لئے کچھ آثار ہوتے ہیں اور اس سے پہلے تمہیدیں ہوتی ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ بھلا اگر ان کے خیال کے موافق یہ زمانہ ان کے دن پلٹنے کا ہی تھا اور مسیح نے آ کر ان کو سلطنت دلانی تھی تو چاہیئے تھا کہ ظاہری طاقت ان میں جمع ہونے لگتی۔ ہتھیار ان کے پاس زیادہ رہتے۔ فتوحات کا سلسلہ ان کے واسطے کھولا جاتا۔ مگر یہاں تو بالکل ہی برعکس نظر آتا ہے۔ ہتھیار ان کے ایجاد نہیں۔ ملک و دولت ہے تو اوروں کے ہاتھ ہے ہمت و مردانگی ہے تو اوروں میں۔ یہ ہتھیاروں کے واسطے بھی دوسروں کے محتاج۔ دن بدن ذلت اور ادبار ان کے گرد ہے۔ جہاں دیکھو۔ جس میدان میں سنو انہیں کو شکست ہے۔ بھلا کیا یہی آثار ہوا کرتے ہیں اقبال کے؟ ہرگز نہیں۔ یہ بھولے ہوئے ہیں۔ زمینی تلوار اور ہتھیاروں سے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ابھی تو ان کی خود اپنی حالت ایسی ہے اور بیدینی اور لامذہبی کا رنگ ایسا آیا ہے کہ قابل عذاب اور موردِ قہر ہیں۔ پھر ایسوں کو کبھی تلوار ملی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی ترقی کی وہی سچی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بناویں اور دعا میں لگ جاویں ان کو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے ان کی فتح ہے نہ قوت بازو سے۔ یہ اس لئے ہے کہ جس طرح ابتدا تھی انتہا بھی اسی طرح ہو۔ آدم اول کو فتح دعا ہی سے ہوئی تھی۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا...(الاعراف:24) اور آدم ثانی کو بھی جو آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرنا ہے اسی طرح دعا ہی کے ذریعہ فتح ہوگی۔

(الحکم جلد7 نمبر12 صفحہ 7-8 مورخہ 31مارچ 1903ء)

دعا کا میدان خدا نے بڑا وسیع رکھا ہے

دعا کا میدان خدا نے بڑا وسیع رکھا ہے اور اس کی قبولیت کا بھی اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ مِنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ (الانبیاء:97) اس امر کے اظہار کے واسطے کافی ہے کہ یہ کل دنیا کی زمینی طاقتوں کو زیر پا کریں گے ورنہ اس کے سوا اور کیا معنے ہیں؟ کیا یہ قومیں دیواروں اور ٹیلوں کو کودتی اور پھاندتی پھریں گی؟ نہیں بلکہ اس کے یہی معنے ہیں کہ وہ دنیا کی کل ریاستوں اور سلطنتوں کو زیر پا کر لیں گی اور کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ دعا کے ذریعہ فتح ہوگی۔ واقعات جس امر کی تفسیر کریں وہی تفسیر ٹھیک ہوا کرتی ہے۔ اس آیت کے معنے خدا تعالیٰ نے واقعات سے بتا دیئے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اگر کسی قسم کی سیفی قوت کی ضرورت ہوتی تو اب جیسے کہ بظاہر اسلامی دنیا کی امیدوں کے آخری دن ہیں۔ چاہیئے تھا کہ اہل اسلام کی سیفی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی اور اسلامی سلطنتیں تمام دنیا پر غلبہ پاتیں اور کوئی ان کے مقابل پر ٹھہر نہ سکتا۔ مگر اب تو معاملہ اس کے برخلاف نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور تمہید یا عنوان کے یہ زمانہ ہے کہ ان کی فتح اور ان کا غلبہ دنیوی ہتھیاروں سے نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ ان کے واسطے آسمانی طاقت کام کرے گی جس کا ذریعہ دعا ہے۔ غرضیکہ ہم نے اس لئے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ ساٹھ یا پینسٹھ سال عمر سے گزر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت آ جاوے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی پڑا ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا۔

ہم نے دیکھا کہ اب ان مسلمانوں کی حالت تو خود مورد عذاب اور شامت اعمال سے قہر الٰہی کے نزول کی محرک بنی ہوئی ہے اور خدا کی نصرت اور اس کے فضل و کرم کی جاذب مطلق نہیں رہی۔ جب تک یہ خود نہ سنوریں تب تک خوشحالی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا ان کو فکر نہیں ہے۔ خدا کے دین کے واسطے ذرا بھی سرگرمی نہیں۔ اس لئے خدا کے آگے دست دعا پھیلانے کا قصد کر لیا ہے کہ وہ اس قوم کی اصلاح کرے اور شیطان کو ہلاک کرے تا کہ خدا کا سچا نور دنیا پر دوبارہ چمک جاوے اور راستی کی عظمت پھیلے۔

بنی اسرائیل کی کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ قوم فسق و فجور میں تباہ ہو جاتی اور اس کی توحید و جلال کو بالکل بھول جاتی تھی تو ان کے انبیاء اسی طرح جنگلوں اور الگ مکانوں میں دست بدعا ہوتے تھے اور خدا کی رحمت کے تخت کو جنبش دیا کرتے تھے۔

دنیا کو علم نہیں ہے کہ آجکل عیسائی کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کس قدر ذریت کو انہوں نے برباد کیا ہے۔ کس قدر خاندان ان کے ہاتھوں نالاں ہیں گویا دنیا کا تختہ بالکل پلٹ گیا ہے۔ اب خدا کی غیرت نے نہ چاہا کہ اس کی توحید اور جلال کی ہتک ہو اور اس کے رسول کی زیادہ بےعزتی کی جاوے۔ اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اپنے نور کو اب روشن کرے اور سچائی اور حق کا غلبہ ہو سو اس نے مجھے بھیجا اور اب میرے دل میں تحریک پیدا کی کہ میں ایک حجرہ بیت الدعا صرف دعا کے واسطے مقرر کروں اور بذریعہ دعا کے اس فساد پر غالب آؤں تا کہ اول آخر سے مطابق ہو جاوے اور جس طرح سے پہلے آدم کو دعا ہی کے ذریعہ سے شیطان پر فتح نصیب ہوئی تھی اب آخری آدم کے مقابل پر آخری شیطان پر بھی بذریعہ دعا کے فتح ہو۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 256-259 آن لائن ایڈیشن 1984ء)

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

قبولیت دعا

قسط 21

یہ ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’یہ ولایت کامل طور پر ظل نبوت ہے۔ خدا نے نبوت آنحضرت ﷺ کے اثبات کے لئے پیشگوئیاں دکھلائیں سو اس جگہ بھی بہت سی پیشگوئیاں ظہور میں آئیں

1۔ خدا نے دعاؤں کی قبولیت سے اپنے نبی علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت دیا۔سو اس جگہ بھی بہت سی دعائیں قبول ہوئیں۔ یہی نمونہ استجابت دعا کا جو لیکھرام میں ثابت ہوا غور سے سوچو!!!

2۔ ایسا ہی خدا نے اپنے نبی کو شق القمر کا معجزہ دیا سو اس جگہ بھی قمر اور شمس کے خسوف کسوف کا معجزہ عنایت ہوا۔

3۔ ایسا ہی خدا نے اپنے نبی کو فصاحت بلاغت کا معجزہ دیا سو اس جگہ بھی فصاحت بلاغت کو اعجاز کے طور پر دکھلایا غرض فصاحت بلاغت کا ایک الٰہی نشان ہے اگر اس کو توڑ کر نہ دکھلاؤ تو جس دعویٰ کے لئے یہ نشان ہے وہ اس نشان اور دوسرے نشانوں سے ثابت اور تم پر خدا کی حجت قائم ہے‘‘

(حجۃ اللہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 162-163)

قبولیتِ دعا

اس اقتباس میں حضرت اقدسؑ نے جن تین مشابہتوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے پہلی قبولیت دعا ہے۔ اور قبولیت دعا کو آپؑ نے نبوت کا ثبوت قرار دیا ہے۔ ہم اسی عنوان کے تحت پہلے آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کے اعجازی نشانات کا ذکر کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے پیار کا اظہار اس طرح کرتا کہ آپ کے من کی مرادوں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرنے سے بھی پہلے سن لیتا کیونکہ وہ تو آپؐ کے دل میں بستا تھا۔ اور آپؐ کا مدعا خدائے تعالیٰ کے مدعا سے الگ نہ ہوتا تھا۔اس عظیم الشان نبی اللہؐ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی جلوہ نمائی کا الگ رنگ لئے ہوئے ہے۔ بیشمار واقعات میں سے مختلف مواقع کی چند جھلکیاں پیش ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ جب قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور نافرمانی کی تو آپؐ نے ان کے خلاف یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلَیۡھِمۡ بِسَبۡعٍ کَسَبۡعِ یُوۡسُفَ۔ (بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الدخان باب ربنا اکشف عنا العذاب۔۔۔ حدیث نمبر 4822)

آپؐ نے مسلمانوں پر کفار مکہ کے ظلم پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی

اے اللہ! میری مشرکین کے مقابلے پر اس طرح سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرما جس طرح تو نے یوسف کی سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرمائی تھی۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا عذاب قحط سالی کی صورت میں نازل ہوا تھا مکہ کو ایک شدید قحط نے آگھیرا یہاں تک کہ ہر چیز تہس نہس ہوگئی لوگ بھوک سے عاجز آکر ہڈیاں اور مردار کھانے لگے۔ ابوسفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی عرض کی کہ اے محمدؐ! آپ کی قوم تو ہلاک ہوگئی ہے، اللہ سے دعا کریں وہ ان سے اس عذاب کو ٹال دے۔ آپؐ نے فرمایا تم اس کے بعد پھر نافرمانی اور سرکشی کرنے لگ جاؤ گے عذاب دور ہونے کے باوجود دوبارہ وہی حرکتیں کروگے۔ تاہم بنی نوع کی ہمدردی کی جو تڑپ آپؐ کے دل میں تھی اس کے تقاضا کے تحت آپؐ نے دشمنوں کے لئے دعا کی کہ عذاب دور ہوجائے۔ دشمن کو بھی آپ کی دعاؤں پر یقین تھا لیکن ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے جب عذاب دور کر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور نبیوں کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک بدو کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مال مویشی خشک سالی سے ہلاک ہو گئے، پس اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں آسمان پر ایک بھی بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا، لیکن خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپؐ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی مانند اُمڈ آئے، ابھی آپ منبر سے بھی نہیں اترے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر بارش کے قطرات دیکھے، پھر لگاتار اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی بدو کھڑا ہوا اور راوی کہتے ہیں کہ وہ بدو یا کوئی اور شخص، بہرحال جو بھی شخص کھڑا ہوا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اب تو مکانات گرنے لگے ہیں اور مال بہنا شروع ہوگیا ہے، پس آپؐ ہمارے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی اَللّٰھُمَّ حَوَالَیۡنَا وَلَا عَلَیۡنَا اے اللہ ان بادلوں کو ہمارے اردگرد لے جا اور ہم پر نہ برسا۔ آپؐ جس بادل کی ٹکڑی کی طرف بھی اشارہ کرتے تو وہ پھٹ جاتی اور اس بارش سے مدینہ ایک حوض کی مانند ہوگیا تھا۔ کہتے ہیں کہ وادی کنات ایک مہینے تک بہتی رہی، جو شخص بھی کسی علاقے سے آتا تو اس بارش کا ذکر کرتا تھا۔

(بخاری کتاب الجمعۃ باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ حدیث نمبر 933)

قوم پر قحط نازل کرنا

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے اپنا خاص سلوک دکھانے کے لئے ایسے حالات پیدا فرماتا ہے کہ فہمیدہ لوگوں کو خدائے قادر کا وجود نظر آئے حتّٰی کہ کم فہم لوگ بھی اعجازی نشانوں کے گواہ ہوں اور ہدایت حاصل کریں

اللہ تعالیٰ قادر ہے چاہے تو قحط ہی نہ پڑے۔

قحط پڑ جائے تو صرف نبی اکرم ﷺ کی دعا سے بارش ہو

بارش ہو تو صرف اتنی جس قدر ضرورت ہو

اس وقت تک ہوتی رہے جب تک دوبارہ دعا ہو

اور پھر قحط زدہ علاقے میں نہ ہو اردگرد ہوتی رہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے نبی کی دعاؤں کی قبولیت کے اعجاز دکھا کر مومنوں کے ایمان مضبوط کرتا ہے۔۔ ابتلا اور امتحان بھی اسی لئے آتے ہیں وہ سمیع اور مجیب خدا بندے کی پکار پر انہیں ٹال کر اپنے جلوے دکھاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اپنے خادم انس کے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے دعا کی اے اللہ! اس کے اموال اور اس کی اولاد میں برکت ڈال دے اور جو کچھ تو اسے عطا کرے اس میں برکت ڈال۔

(بخاری کتاب الدعوات باب دعوۃ النبی ﷺ لخادمہ بطول العمر و بکثرۃ المال حدیث نمبر 6344)

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ

حضرت انس کا ایک باغ تھا، اس دعا کے بعد سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے لئے کثرت مال اور اولاد کی جو دعا مانگی تھی اس کے نتیجہ میں حضرت انس کی زندگی میں 80 کے قریب آپ کے بیٹے اور پوتے اور پوتیاں اور نواسے نواسیاں تھیں اور آپ نے 103 یا بعض روایتوں میں آتا ہے کہ 110سال تک عمر پائی۔

(اسد الغابۃ جلد اوّل زیر اسم انس بن مالک بن النضر صفحہ 178، مطبع دار الفکر بیروت 1993ء)

ایک اور روایت میں آپؐ کی دشمن کے لئے بددعا اور اس کی قبولیت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل اور قریش کے چند لوگوں نے مشورہ کیا۔ مکہ کے ایک کنارے پر اونٹ ذبح کئے گئے تھے، انہوں نے بھیجا اور وہ اونٹ کی اوجڑی اٹھا لائے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر لا کر رکھ دیا۔ حضرت فاطمہ آئیں اور اسے آپؐ کے اوپر سے اٹھایا۔ اس پر آپ نے فریاد کی اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال، اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال، اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بددعا ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابو مُعیط وغیرہ کے متعلق تھی۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے میدان میں مقتولین میں دیکھا۔

(بخاری کتاب الجہاد و السیر باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ حدیث نمبر 2934)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی قبولیت دعا کے لئے بطور نمونہ پنڈت لیکھرام والی پیش گوئی کا ذکر فرمایا ہے۔ اس مضمون میں آپؑ کے ہزارہا نشانات میں سے اسی نشان کا ذکر شامل ہے

پنڈت لیکھرام صوابی ضلع پشاور میں ایک ہندو آریہ پولیس کے محکمہ میں ملازم تھا۔ یہ شخص اسلام کا سخت دشمن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کی زبان بہت گندی تھی۔ اسلام کا دشمن تھا ہر وقت اعتراض کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کو مکّار کہا کرتا تھا۔

1885ء میں قادیان آیا۔ لیکن حضرت اقدسؑ سے ملا نہیں بس فضول خط وکتابت کے ذریعہ ہی باتیں بناتا رہا۔ چند روز قادیان ٹھہر کر واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے حضرت اقدسؑ کو ایک خط لکھا جس کے آخر پر لکھا: ’’اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں۔ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی نشان تو مانگیں‘‘۔ اس فقرہ سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ شخص کس قدر بےباک شوخ اور گستاخ تھا۔ حضرت اقدسؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

’’جناب پنڈت صاحب! آپ کا خط میں نے پڑھا۔ آپ یقیناً سمجھیں کہ ہمیں نہ بحث سے انکار اور نہ نشان دکھانے سے۔ مگر آپ سیدھی نیّت سے طلب حق نہیں کرتے۔ بےجا شرائط زیادہ کر دیتے ہیں۔ آپ کی زبان

بدزبانی سے رکتی نہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیرالماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں۔ یہ کس قدر ہنسی ٹھٹھے کے کلمے ہیں ...نشان خدا کے پاس ہیں وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلادے''

اور اس کے بعد 20 فروری 1886ء تک آسمانی نشان دکھلانے کا وعدہ بھی کرلیا۔ لیکن لیکھرام یہ لکھ کر قادیان سے چلا گیا کہ میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں اور میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں۔

حضرت اقدسؑ نے ایک کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' لکھی۔ اس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فارسی میں ایک نظم لکھی۔ جس میں بڑے جلال سے اس شخص کے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند اشعار کہے

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

ترجمہ:

1. خبردار اے احمق اور گمراہ دشمن! تو ڈر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تیز تلوار سے
2. مولیٰ کی راہوں سے مخلوق خدا بھٹک چکی ہے اور اب تو اگر چاہے کہ تجھے سیدھا راستہ نصیب ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل اولاد اور اس کے مددگاروں کے پاس پہنچ
3. اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان سے انکاری۔ خبردار ہو جا۔ تو اگر نورِ محمدؐ دیکھنا چاہے تو آ ہم تجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور دکھاتے ہیں۔
4. معجزات کا یوں تو آج نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ مگر تو اگر کوئی معجزہ دیکھنا چاہتا ہے تو محمدؐ کے غلاموں اور خدمتگاروں کے پاس آکر دیکھ لے۔

اس کی شوخی اور شرارت حد سے زیادہ ہوگئی، تو 20 فروری 1893ء کو حضرت اقدسؑ نے اس کے متعلق ایک اشتہار شائع کیا۔ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا:

اس شخص کے بارہ میں مجھے الہام ہوا ہے کہ یہ بے جان بچھڑا ہے اس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کی گستاخیوں اور بدزبانیوں کی وجہ سے اسے سزا ملے گی۔ اور اسے عذاب دیا جائے گا۔ اگر چھ برس کے اندر اندر اس پر کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو عام تکلیفوں جیسا ہی ہوا اور اس نشان کے اندر خدائی رعب اور ہیبت نہ ہوئی تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور میں اس کے نتیجہ میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں گا چاہے مجھے سولی پر ہی کیوں نہ چڑھا دیا جائے۔ اس شریر کی بدزبانیاں اور بے ادبیاں ایسی ہیں کہ جنہیں پڑھ کر ہر (مومن) کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں بلکہ خاص اسی مطلب کے لیے دُعا کی گئی تو خدا نے مجھے اس کا یہ جواب دیا ہے۔

اس کے ڈیڑھ ماہ بعد 2 اپریل 1893ء کو آپ نے ایک اور اشتہار دیا جس میں آپ نے لکھا

رؤیا میں دیکھا کہ ایک بڑا طاقتور اور خوفناک شکل والا شخص ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ انسان نہیں بلکہ بڑا سخت فرشتہ ہے۔ اُس نے پوچھا لیکھرام کہاں ہے تو پھر اس وقت حضور نے یہ سمجھا کہ یہ وہ شخص ہے جسے لیکھرام کی سزا کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

اس اشتہار کی پیشگوئی سے معلوم ہوا کہ لیکھرام قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد حضور نے ایک اور پیشگوئی فرمائی کہ جس دن لیکھرام کی موت ہوگی وہ عید کے ساتھ والا دن ہوگا۔

یہ تین پیشگوئیاں ہوگئیں۔

اوّل یہ کہ یہ شخص چھری سے قتل ہوگا۔

دوسری یہ کہ وہ دن عید کے ساتھ والا دن ہوگا۔

اور تیسری یہ کہ چھ سال کے اندر مارا جائے گا۔

اس سلسلہ میں یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ حضرت اقدسؑ کے ایک الہام کے الفاظ ہیں:۔ ''یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِی سِتٍّ''۔ یعنی چھ میں اس کا کام تمام کیا جائے گا۔

اس الہام میں چھ کا ہندسہ اس واقعہ سے کیسا عجیب تعلق رکھتا ہے۔ سو بالکل اسی طرح ہوا یعنی یہ شخص چھ سال کے اندر اندر مارا گیا۔ اس کے قتل کا دن چھ مارچ 1897ء تھا یہ چھٹے گھنٹے میں قتل ہوا۔ یہ دن مسلمانوں کی عید کا اگلا دن تھا۔ اور آریوں کے لیے بھی یہ دن عید کا ہی دن تھا کیونکہ اس دن ایک مسلمان نے ہندو مذہب قبول کرنا تھا۔

لیکھرام کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا جناب میں مسلمان ہوں اب ہندو بننا چاہتا ہوں یہ سن کر لیکھرام بے حد خوش ہوُا۔ اسے اپنی جیت اور فتح کا نشان سمجھا سب کو بتاتا کہ یہ ہمارا پہلا شکار ہے اسے ہندو بنانے کے لئے سات مارچ 1897ء کا دن مقرر ہوا۔ بڑی دھوم دھام سے اس کا انتظام کیا جارہا تھا۔ اور ہندوؤں کے لیے تو گویا یہ عید کا دن تھا۔

6 مارچ کو ہفتہ کا دن تھا کہ لیکھرام نے قمیض اتاری ہوئی تھی اور اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا۔ پاس ہی وہ شخص کمبل اوڑھے بیٹھا تھا۔ کہ لیکھرام نے انگڑائی لی۔ اور اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اس شخص نے پورا خنجر لیکھرام کے پیٹ میں اتار دیا اور یہاں تک کہ اس کی انتڑیاں باہر آگئیں اور منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے کہ بیل نکالتا ہے جسے سن کر اس کی بیوی اور ماں بھاگی ہوئی کمرہ میں آگئیں۔ اب وہاں کیا رکھا تھا۔ وہ شخص بھاگ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دروازہ تک دوڑی گئیں۔ سنا جاتا ہے کہ وہ یہ کہتی تھیں کہ انہوں نے قاتل کو سیڑھیوں پر سے اترتے دیکھا ہے۔ لیکن آگے پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں غائب ہوگیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ کیونکہ وہ گلی ایک طرف سے بالکل بند تھی اور اس طرف سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا اور دوسری طرف جو کھلی تھی اس طرف کسی کی شادی تھی۔ اور وہاں خوب کھانے وغیرہ پک رہے تھے اور لوگ بیٹھے تھے اور وہاں سے بھاگتے ہوئے کسی نے دیکھا نہیں تو اب بتاؤ وہ شخص گیا تو کہاں گیا؟ ہندوؤں کا محلہ۔ بھاگنے کو راستہ نہیں۔ کسی ہندو کے مکان میں چھپنے کی جگہ نہیں تو پھر آخر وہ مسلمان جا کہاں سکتا تھا۔ ہندوؤں نے بڑا شور مچایا اور لاہور میں مسلمان اداروں کی تلاشیاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ قادیان میں حضرت صاحب کے مکان تک کی تلاشی ہوئی۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے خود تلاشی لی۔ حضرت صاحب نے اسے سب کاغذات دکھائے۔ معاہدہ کا وہ کاغذ بھی دکھایا کہ جس میں دونوں فریقوں نے رضامندی سے سچی پیشگوئی کو سچائی کا معیار ٹھہرایا تھا۔ وہاں سے جانے کے بعد کپتان پولیس نے گورنمنٹ کو رپورٹ بھجوائی کہ ان الزامات میں کوئی حقیقت اور سچائی نہیں اور کوئی سازش نہیں ہوئی اور سارا پراپیگنڈا بالکل غلط ہے

لیکھرام کو فوراً میو ہسپتال پہنچایا گیا۔ شام کا وقت ہو چکا تھا ایک انگریز ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کرکے ٹانکے لگائے۔ چونکہ اس کی حالت بہت نازک ہو چکی تھی اس لیے ڈاکٹر نے پولیس کو بیان لینے سے بھی روک دیا۔ صبح ہوتے ہی پنڈت لیکھرام وفات پا گیا

اس دن جبکہ ہندوؤں کے لیے عید کا دن تھا۔ ایک مسلمان نے ہندو بننا تھا وہی ان کے لیے ماتم کا دن بن گیا۔ اسی دن لیکھرام کی لاش ڈاکٹروں نے چیری بھی اور پھاڑی بھی۔ اسی دن پھر اس کا جنازہ اُٹھایا گیا اور اسی دن اُسے جلایا بھی گیا اور بے شمار ہندو مرگھٹ تک ساتھ گئے۔ جہاں لیکھرام کا فوٹو لیا گیا اور اس کے بعد اُسے لکڑیوں کی ایک بہت بڑی چتا پر رکھ کر جلا دیا گیا اور پھر اس کی راکھ دریائے راوی میں بہادی گئی اور خدا کا الہام پُورا ہوُا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ پُورا ہوا۔

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے
اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دِل دُکھانا
گُستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ 48)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

یہ کون تردّد کرے کہ پانچ وقت کی نمازیں جا کے مسجد میں پڑھی جائیں۔ ان کی ایسی حرکتوں پر تو اتنی حیرت نہیں ہوتی کہ انہوں نے تو یہ کرنا ہی ہے۔ کیونکہ مسیح محمدیؑ کا انکار کرنے والوں سے اس سے زیادہ توقع کی بھی نہیں جاسکتی لیکن حیرت اس بات پر ضرور ہوتی ہے کہ جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو مانا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں داخل ہونے کا دعویٰ کردیا اور پھر وہ اپنے دین کی حفاظت نہ کریں۔ عام حالات میں اتنی پابندی سے جمعہ پر نہیں آتے جس اہتمام سے بعض لوگ، اور یہ بعض لوگ بھی کافی تعداد ہو جاتی ہے، جس پابندی سے رمضان کے اس آخری جمعہ پر آیا جاتا ہے۔ حالانکہ حکم تو یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے بھی مسجد میں آؤ۔ تو ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم بھی دنیاوی دھندوں میں اتنے محو ہو جائیں کہ نمازیں تو ایک طرف، جمعہ کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے نہ کرسکیں۔ اور اس بات کا اندازہ کہ ہم میں سے بعض احمدی بھی لاشعوری طور پر جمعۃ الوداع کی اہمیت کے قائل ہوتے جارہے ہیں۔ مسجدوں کی حاضری سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگر آج کے دن ہم میں سے وہ جو عموماً جمعہ کا ناغہ کر جاتے ہیں، اتنی اہمیت نہیں دیتے جمعہ کو، اس لیے جمعہ پر آئے ہیں کہ رمضان نے ان میں تبدیلی پیدا کر دی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اور اس کی عبادت کا ان میں شوق پیدا ہوگیا ہے اور انہوں نے عہد کرلیا ہے کہ آئندہ ہم اپنے جمعوں کی حفاظت کریں گے اور باقاعدگی سے جمعہ کے لیے حاضر ہوا کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جاچکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 نومبر 2003ء۔ خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 482-483)

رحمت اللہ بندیشہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

شوال کے روزے

جو انسان اللہ کی راہ میں مالی قربانی کرے گا اس کو سات سو گنا اور جس کے لئے خدا چاہے گا اس کے لئے سات سو گنا سے بھی بڑھ کر اس کو اس کا اجر دے گا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ:262) ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

جبکہ عمومی طور پر باقی نیکیوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ہیں ان کے بارہ میں فرمایا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الانعام:161) جو نیکی کرے تو اس کے لئے اس کا دس گنا اجر ہے اور جو بدی کرے تو اُسے اُس کے برابر ہی جزا دی جائے گی اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ''(بخاری کتاب الایمان، بَابٌ: الدِّينُ يُسْرٌ) دین تو آسانی کا نام ہے۔ تو جس طرح بھی کوئی نیکی کرنا چاہتا ہے جس طرح بھی وہ کوئی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے جس طرح بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو پانا چاہتا ہے وہ اس کے لیے دروازے کھلے ہیں لیکن ایک سب سے خوبصورت اور پیارا انداز یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ سوچتا ہے کہ اس طریق کو اپناؤں جو میرے آقا مولا کا طریق ہے۔ آنحضور ﷺ کا طریق تو یہی تھا کہ حضورؐ مسلسل یہ چھ روزے رکھتے تھے۔ اس میں ایک ذوقی نقطہ بھی ہے کہ جب ہر نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا اور جو انسان رمضان کے 30 روزے رکھے گا گویا اس نے 300 دن کے روزے رکھ لیے۔ جب آپ مزید 6 روزے رکھیں گے تو تقریباً پورا سال خدا کے حضور روزہ میں گزارے۔

شوال کے روزوں کی بابت کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ دو شوال سے مسلسل چھ روزے رکھا کرتے تھے، اس پر خلفاء اور صحابہ کا عمل ہے۔ گو آپؐ کی سنت یہی تھی کہ آپؐ بلا ناغہ یہ روزے رکھا کرتے تھے۔ لیکن مجبوری کے باعث شوال کے دوسرے دنوں میں بھی ان کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص شوال کے چھ روزے نہ رکھ سکے تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں اور اگر وہ شوال کے دیگر ایام میں نفلی روزے رکھنا چاہتا ہے تو بیشک رکھ لے، نوافل کی ادائیگی میں کیا روک ہے!

چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور ''ثم أتبع'' پھر اس کی پیروی میں شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں ''عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سارا سال روزے رکھے۔''

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستة ایام من شوال)

اسی طرح آپ ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الفِطْرِ فَذَالِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ جس نے رمضان کے روزے رکھے تو ایک مہینہ کا روزہ دس مہینوں کے برابر ہوا، اور پھر عید الفطر کے بعد کے چھ روزے ملا کر سال بھر کے روزوں کے برابر ہوئے۔

(مسند أحمد، کتاب باقی مسند الانصار، باب و من حدیث ثوبان)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ: جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو گیا جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا۔

(المعجم الاوسط، باب من اسمه مسعود، الجزء 8، صفحہ 275 حدیث نمبر 8622)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا'' جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھ لئے۔ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس گنا ثواب ملتا ہے۔

(سنن ابن ماجه کتاب الصیام باب صیام ستة ایام من شوال)

حضرت اسامہ بن زیدؓ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: صُمْ شَوَّالًا: شوال میں روزے رکھو۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب صیام الشهر الحرم)

ماہ شوال میں روزے رکھنے سے متعلق حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی اپنے نمونہ سے یہ ثابت کیا بلکہ خود باہتمام اس پر عمل کر کے دکھلایا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب ایم اے حضرت اماں جانؓ سے حضرت مسیح موعودؑ کے روزوں کی بابت ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ''والدہ صاحبہ نے کہا کہ آخر عمر میں بھی آپ روزے رکھا کرتے تھے خصوصًا شوال کے چھ روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے اور جب کبھی آپ کو کسی خاص کام کے متعلق دعا کرنا ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھتے تھے۔''

(سیرت المہدی، جلد 1 صفحہ 14 روایت نمبر 18)

فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ شوال کے مسلسل چھ روزے رکھنا افضلیت رکھتا ہے البتہ اگر کوئی شخص شوال کے مہینہ میں متفرق ایام میں یہ چھ روزے رکھ لے تو اسے بھی سارے سال کے روزے رکھنے کا ثواب مل جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماہ شوال میں روزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

''آنحضرت ﷺ کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپؑ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کے بھی رکھ سکتے ہیں۔

(الفضل 8 جون 1922ء صفحہ 7 بحوالہ: خطبات محمود جلد 1 صفحہ 71)

ایک طفل نے سوال کیا کہ ''شوال کے جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں کیا وہ شوال کے مہینے میں کسی بھی وقت رکھے جاسکتے ہیں یا ان کے کوئی دن مقرر ہوتے ہیں؟ جواباً حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ ''ان کے دن مقرر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ عید کے بعد وہ روزے شروع کر دیتے تھے اور چھ روزے رکھا کرتے تھے۔ اس لئے وہی دن ٹھیک ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔''

(اطفال سے ملاقات، ریکارڈ مؤرخہ 19 جنوری 2000ء بحوالہ الفضل ربوہ مؤرخہ 21/ اپریل 2000ء۔صفحہ نمبر 3)

ایک بچی نے سوال کیا شوال کے روزے کن دنوں میں رکھنے چاہئیں؟ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: رمضان کے بعد مہینہ آتا ہے اس کا نام شوال ہے۔ اس مہینے میں تم رکھ سکتی ہو...... یکم شوال کو عید ہے تو دو سے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے...... لگاتار چھ بھی رکھ سکتی ہو اور اس پورے مہینہ میں چھ بھی رکھ سکتی ہو۔ ضروری نہیں ہے لگاتار چھ رکھنے۔ یہ ضروری ہے کہ شوال کے مہینے میں رکھنے ہیں...... فرمایا: شوال کے روزے شوال کے مہینے میں ہی رکھنے چاہئیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ لگاتار رکھو اگر تمہارے روزے رمضان میں چھوٹ جاتے ہیں، پورے نہیں رکھ سکتے تو شوال کے مہینے میں شوال کے روزے رکھ لو اور جو رمضان کے چھٹے ہوئے روزے ہیں وہ باقی سال کے کسی دوسرے حصے میں پورے کر لو۔ ضروری نہیں ہے کہ پہلے رمضان کے روزے پورے کرنے ہیں پھر وہ پورے کرنے ہیں۔ رمضان کے روزے، شوال کے بعد بھی پورے ہو سکتے ہیں۔

(گلشن وقف نو لجنہ و ناصرات 30 مارچ 2013، سپین بحوالہ الفضل آن لائن ایڈیشن مؤرخہ 21 مئی 2020ء۔صفحہ نمبر 2)

شوّال کے چھ روزے

:۔ دارالافتاء کی رپورٹ اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا فیصلہ :۔

کیا شوال کے روزے لگاتار رکھنے ضروری ہیں؟ یا اُن میں وقفہ بھی ڈالا جا سکتا ہے؟ نیز اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے چند روزے رہ گئے ہوں تو عید الفطر کے بعد کیا وہ ماہ شوال کے پہلے ہفتہ کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ یا اُسے پہلے رمضان کے رہ جانے والے روزے پورے کرنے چاہئیں؟ اس قسم کے استفسارات کے جواب پر مبنی ایک مفصل رپورٹ دارالافتاء سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے حضرت أمیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اُس رپورٹ کا خلاصہ اور اُس پر حضور انور ایدہ اللہ کا فیصلہ الفضل میں بھی شائع ہوا تھا۔ اُسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔ ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں۔''

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستة ایام من شوال)

شوّال کے یہ روزے نفلی روزے ہیں۔ نفل وہ زائد عبادت ہے جو بندہ خوشی سے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے بجالاتا ہے۔ نفلی روزوں کا بھی ثواب ہے جیسا کہ مذکوہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔

حساب کی زبان میں اس کا سرّ یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ دس

گنا عطا فرماتا ہے اور رمضان کے قریباً تیس روزوں کے ساتھ شوّال کے چھ روزے شامل کئے جائیں تو 36روزوں کا ثواب 360دنوں کے برابر بنتا ہے جو قریباً ایک سال کا عرصہ ہے۔

لیکن اصل حکمت رمضان کے فرض روزوں کے ساتھ شوال کے نفلی روزوں کی تاکید میں نیکی کا تسلسل ہے اور اس امر کی تربیت ہے کہ رمضان کا مجاہدہ اور اس کی عبادات صرف ایک مہینہ تک محدود نہ رہیں بلکہ سارے سال پر پھیل جائیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد ذیل میں پیش ہے جو آپؓ نے خطبہ عید الفطر 29 مئی 1922ء کو قادیان میں ارشاد فرمایا: جس میں شوال کے روزے رکھنے پر زور دیا گیا ہے اسی طرح اس میں یہ ذکر ہے کہ جو شوال کے مہینہ میں وقفہ ڈال کر بھی چھ روزے رکھ سکتا ہے۔ آپؓ نے خطبہ عید الفطر میں فرمایا:

’’رمضان ختم ہوگیا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینہ میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد ہیں۔ ناقل) نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں وہ ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں، اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔‘‘

(خطبہ عید الفطر 29 مئی 1922ء قادیان۔ خطبات محمود جلد اوّل صفحہ 71۔ مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

اس سلسلہ میں ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ: ’’اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ شوّال کے چھ روزے رکھ لے تو کیا شوّال کے چھ روزے رمضان کے روزے شمار ہوں گے؟ اس کا جواب جو حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب (مرحوم) مفتی سلسلہ احمدیہ عالیہ احمدیہ نے 28 ستمبر 1977ء کو دیا وہ درج ذیل ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ’’اس کا تعلق نیت سے ہے۔ اگر نیت یہ ہے کہ یہ روزہ رمضان کے روزہ کی قضاء کا ہے تو ایسا ہی محسوب ہو گا اور نفل کی نیت ہے تو نفل روزہ ہوگا۔ اس صورت میں رہے ہوئے روزے بعد میں رکھے گا۔‘‘

(رجسٹر فتاویٰ نمبر 7 صفحہ 267 زیر نمبر 70/ 28.09.77)

یہ بھی واضح ہو کہ کوئی ایسی حدیث نہیں مل سکی جس میں یہ ذکر ہو کہ جس شخص کے رمضان کے کچھ روزے چھٹ گئے ہوں، وہ جب تک وہ رمضان کے بعد اپنے چھٹے ہوئے فرض روزے پورے نہ کر لے اس وقت تک اسے نفلی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس کے برعکس احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امہات المومنین رمضان کے چھٹے ہوئے روزے اگلا رمضان آنے سے پہلے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: ’’ماہ رمضان کے رہ جانے والے روزے میں اگلا رمضان آنے سے پہلے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھی۔‘‘

(بخاری کتاب الصوم باب متی یقضی قضاء الرمضان)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت درج ہے کہ: ’’امہات المومنینؓ رمضان کے چھٹ جانے والے روزے ماہ شعبان میں رکھا کرتی تھیں۔‘‘

(مسلم کتاب الصیام باب قضاء رمضان فی شعبان)

چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ ’’اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے چند روزے رہ گئے ہوں تو عید الفطر کے بعد کیا وہ ماہ شوال کے پہلے ہفتہ کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ یا اسے پہلے رمضان کے رہ جانے والے روزے پورے کرنے چاہئیں؟‘‘ مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں مفتی سلسلہ احمدیہ نے مذکورہ امور کی بنا پر زیر ریفرنس 09.11.03 /42 حسب ذیل فتویٰ دیا:۔

’’ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرنے کیلئے اگلے رمضان تک کی مہلت موجود ہے۔ اس لئے یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو ماہ شوال کے ابتدائی چھ ایام کے نفلی روزے رکھے اور پھر دوران سال جب چاہے روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اور چاہے تو ماہ شوال کے ابتدائی چھ ایام کے نفلی روزوں کی بجائے ان ایام میں اپنے فرض روزے پورے کرے۔ اس کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے۔ شریعت میں مجھے ایسی کسی پابندی کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پہلے فرض روزے پورے کئے جائیں اور پھر نفلی روزے رکھے جائیں۔‘‘

دارالافتاء سلسلہ احمدیہ کا یہ فتویٰ اور اس سلسلہ میں ان کے دلائل (جن میں سے بعض کا مختصر ذکر اُوپر کیا گیا ہے) پر مشتمل رپورٹ جب سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش ہوئی تو حضور انور ایدہ اللہ نے مکرم مفتی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ کے نام اپنے خط محررہ 08-02-05 میں تحریر فرمایا:

’’آپ کا خط 20|L-124-12-04 ملا۔ شوّال کے چھ روزوں کے متعلق آپ کا فتویٰ ٹھیک ہے۔ اور مجھے اس سے اتفاق ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد سے جو آپ نے نتیجہ اخذ کیا ہے وہی ٹھیک ہے۔ آپ کا ارشاد شوال کے روزوں پر زور دینے کے لئے ہے نہ کہ فرض روزوں کے پورے کرنے کی اہمیت کے بارہ میں۔ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب کے فتویٰ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شوال کے روزے پہلے رکھے جاسکتے ہیں اور فرض روزے بعد میں۔ اس ضمن میں احادیث بھی واضح ہیں۔ ان کی روشنی میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 11نومبر تا 17نومبر 2005ء۔ صفحہ نمبر 2۔ زیر عنوان شوّال کے چھ روزے)

پس مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے بے انتہا ایسے ذرائع مہیا کیے ہیں جن سے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ان میں سے فرائض کے بعد نوافل کا درجہ ہے۔ جیسا کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی فرمایا کہ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ قَالَ: ’’يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ: انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ نَقَصَهَا؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ، قَالَ: أَتِمُّوا لِعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمْ‘‘

(سنن أبو داؤد، كِتَاب الصَّلَاةِ۔ أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ)

قیامت والے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، جبکہ وہ سب کچھ جانتا ہے کہ میرے بندے کی نمازوں کو دیکھو کہ اس نے پوری کی ہیں کہ اس میں نقص ہے؟ اگر تو مکمل ہونگی تو مکمل لکھی جائے گی۔ اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے نوافل دیکھو؟ اگر تو اس کے نوافل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کے فرائض اس کے نوافل سے پورے کرو، پھر باقی اعمال بھی اسی طرح لیے جائیں گے۔

پس ہم پر یہ خدا تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمیں رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع میں مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق بخشی جس نے ہماری ہر ایک امر میں انتہائی رہنمائی فرمائی۔ نہ صرف فرائض بلکہ نفلی عبادتوں کی بابت بھی از بس تلقین کی۔ اسی طرح ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی افراد جماعت کو اس کی ترغیب دلائی ہے۔ پس مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں احباب کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ شوال کے نفلی روزوں کی طرف بھی خصوصی توجہ دیں اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس پاکیزہ سنّت کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ قرب اور اس کی رضا کو حاصل کرنے کی خاص طور پر سعی فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین

بقیہ: جمعۃ الوداع یا جمعۃ الاستقبال...... از صفحہ 3

از صفحہ 3

بار بار توجہ دلائی جاتی ہے اور اب شاید تھوڑے لوگ بھی ہوں گے جو اس بارے میں لاپرواہی کرتے ہیں۔ لیکن جو بھی لاپرواہی کرتے ہیں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سننے کے بعد فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے جمعے پڑھ لو یا رمضان کا آخری جمعہ پڑھ لو تو ثواب ہو گا بلکہ ہر جمعہ کی اہمیت بتائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (الجمعہ: 10) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

پس مومن کو، ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والے کو یہ حکم ہے کہ ہر جمعہ کی نماز کا خاص اہتمام کرو اور اپنی تجارتیں، اپنے کام، اپنے کاروبار چھوڑ دو۔ سب کام چھوڑ کر، سب تجارتیں چھوڑ کر، سب دنیاوی منفعتیں اور فائدے چھوڑ کر صرف ایک چیز کی فکر کرو کہ تم نے جمعہ پڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم علم رکھتے ہو تو تمہیں پتا ہونا چاہئے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اسی میں برکت ہے۔ اس سے تمہارے کاروباروں میں برکت پڑے گی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان بوجھ کر جمعہ چھوڑنے والے کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کا ایمان صحیح ایمان نہیں رہتا۔ اگر ایمان حقیقی ہو تو بھی انسان دنیاوی فائدے کی خاطر اپنے جمعوں کو قربان نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر جمعوں میں وقت پر آنے اور باقاعدگی سے جمعہ میں شامل ہونے والوں کے بارے میں فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں وہ مسجد میں پہلے آنے والے کو پہلا لیتے ہیں اور اس طرح وہ آنے والوں کی فہرست تیار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب امام خطبہ دے کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سننے میں لگ جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملا ئکۃ الخ حدیث 3211)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جمعوں میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی التھجیر الی الجمعۃ حدیث 1094) یعنی پہلا دوسرا تیسرا چوتھا۔ پس وہ لوگ جو بغیر مجبوری کے عادتاً جمعوں پر دیر سے آتے ہیں انہیں بھی اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہاں بھی آج تو رمضان کے جمعوں میں خاص طور پر لوگ پہلے آ کر بیٹھے ہوئے ہیں، نہیں تو اکثر میں نے یہی دیکھا ہے کہ جب میں آتا ہوں تو آدھی کے قریب مسجد ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ خطبہ کے اختتام تک یا اس سے چند منٹ پہلے تک مسجد بھرتی ہے۔ پس عام دنوں میں بھی اس طرف توجہ ہونی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جون 2017ء)

(ابو سعید)

ابو فاضل بشارت

رمضان المبارک

فتوحات کا مہینہ اور فتح مکہ

قارئین الفضل کے لئے ماہ رمضان کے حوالہ سے خصوصی تحریر

ادارہ الفضل نے اپنے قارئین کے لئے کوشش کی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں جہاں روحانی علمی و اخلاقی مائدہ مہیا کرے وہاں تاریخی اعتبار سے بھی مواد مہیا کیا جائے۔ جیسے غزوہ بدر اور چاند و سورج کا گرہن۔ اب فتح مکہ پر جو رمضان کو ہوئی معلوماتی مضمون پیش ہے۔

(ایڈیٹر)

ماہ رمضان المبارک برکتوں، رحمتوں،افضال الٰہی کے حصول اورانوار الٰہی کے نزول کا مہینہ ہے۔اس بابرکت مہینے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ قلبی وروحانی،مادی وجسمانی اورمعاشرتی فتوحات کا مہینہ بھی ہے۔قلبی وروحانی لحاظ سے اس طرح کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی خاطر کھانا پینا اور دیگرخواہشات نفسانی کو ترک کرکے تقویٰ اورقرب الٰہی کے حصول کے ساتھ اپنی کمزوریوں اور گناہوں پر قابو پاکر روحانی فتح حاصل کرتا ہے اورقلبی اطمینان پاتا ہے۔جسمانی لحاظ سے اس طرح کہ محض للہ کھانے میں اعتدال کی وجہ سے جسمانی بیماریوں سے نجات پاکر تندرستی کے حصول سے فتحیاب ہوتا ہے۔معاشرتی لحاظ سے ایک دوسرے سے کینہ وحسد، کدورت وبغض کو دور کرمحبت ومودت اورمواسات کا تعلق قائم کرکے دلوں کافاتح بنتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں اس مہینہ کی ایک تاریخی اہمیت یہ ہے کہ اس بابرکت مہینہ میں دوعظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔پہلی فتح یوم الفرقان غزوہ بدر کے دن اور دوسری عظیم الشان فتح یوم الفرقان فتح مکہ کے دن۔

مکہ سے ہجرت کی پیشگوئی

سرور کائنات و فخر موجودات خاتم الرسل سیدالانبیاء رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بناکرمبعوث فرمایا۔جب آپؐ پر غارحرا میں پہلی وحی نازل ہوئی توآپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آپؐ کولے کرآئیں۔وحی کی ساری کیفیت سن کر اس نے کہا تھا یہ توحضرت موسیٰؑ پر اترنے والا فرشتہ ہے۔کاش!میں اس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے اس شہر سے نکال دے گی۔رسول اللہ ﷺ نے جو اپنے آبائی شہر مکہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے،حیرانی سے پوچھا:''اَوَ مُخۡرِجِیَّ ھُمۡ'' کیا میرے ہم وطن مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔تو ورقہ بن نوفل نے جواب دیا کہ پہلے بھی جس کسی نے ایسا دعویٰ کیا اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔آپؐ کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔

(بخاری کتاب بدء الوحی باب کَیۡفَ کَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡیِ إِلَی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ)

مکہ واپسی کی الٰہی بشارات

پس تقدیر الٰہی اورسنت انبیاء کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے ہجرت مقدر تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس شہنشاہ دوجہاں ﷺ کے اطمینان قلب کے لیے یہ پیشگی خبر بھی دے دی تھی کہ آپؐ دوبارہ ضرور اپنے وطن لوٹ کر آئیں گے۔چنانچہ فرمایا:اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ(القصص:86)یعنی یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ (مکہ) کی طرف واپس لے آئے گا۔

پھر سورۃ بلد میں فرمایا: لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۳﴾ (البلد:2-3) خبردار!میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جبکہ تو اس شہر میں (ایک دن) اُترنے والا ہے۔

یہ وہ سورتیں ہیں جو ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کے قلبی تسلی کا موجب ہوئیں۔نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ دعا بھی سکھا دی تھی: وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (بنی اسرائیل:81) اور تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کرکہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

ہجرت مدینہ

پس مکہ سے ہجرت کرنا خدائی تقدیر کے مطابق ضروری تھا۔چنانچہ 24 صفر بمطابق 7 ستمبر 622ء کی شب افضل الرسل خاتم النبیین ﷺ کو کفار مکہ کے ظلم وستم اور قاتلانہ منصوبہ کی وجہ سے اپنے آبائی وطن مکہ سے ہجرت کرنا پڑی۔جس روز آپؐ مکہ سے نکلے ہیں آپؐ غمگین وحزین تھے۔شہر سے باہر آکر مکہ کی طرف منہ کر کے اسے مخاطب ہوکر فرمایا:''اے مکہ! تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔''

(مسند احمد جزء 4 صفحہ 305)

لیکن یہ ہجرت اسلام اور بانیٔ اسلام کے لیے ہرلحاظ سے بابرکت ثابت ہوئی۔ایک طرف اس کے نتیجہ میں اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کی بنیاد پڑی تو دوسری طرف اسلام کی کرنیں دیگر قبائل عرب کو بھی منور کرنے لگیں اور تبلیغی راستے وسیع ہوئے اور مسلمانوں کو مذہبی آزادی نصیب ہوئی۔

پہلا یوم الفرقان جنگ بدر رمضان المبارک میں

رمضان المبارک ماہ فتوحات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ

(البقرہ:186)

رمضان کامہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیااور ایسے کھلے نشانات کے طور پرجن میں ہدایت کی تفصیل اورحق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

اس آیت کریمہ میں رمضان کی اہمیت وعظمت اور اس کی برکات کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پیش خبریاں بھی عطا فرمائیں۔''بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡہُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ'' بیان کرکے اس میں یہ تخصیص فرمائی کہ یہ ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں حق و باطل کافرق نمایاں کیا جائے گا۔پس اسی مقدس مہینہ میں پہلایوم الفرقان معرکۂ کفرواسلام غزوۂ بدر ہواجو 17رمضان المبارک 2ہجری کو ہوا جس میں صرف 313جان نثار مردانِ حق صحابہ کرام نے اسلحہ سے لیس ایک ہزار کے لشکرکفار سے مقابلہ کیا۔حق و باطل کی اس جنگ میں حق کی فتح ہوئی اور باطل نے شکست کھائی۔

صلح حدیبیہ

غزوہ بدر کے بعد 3ہجری میں غزوہ احد ہوا۔پھر 5ہجری کو غزوہ احزاب درپیش ہوا۔6ھ میں رسول اللہ ﷺ ایک خواب کی بناء پر اپنے جانثار صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔لیکن قریش مکہ نے آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بطورسفیر مکہ میں بھیجا جنہیں قریش نے کچھ دیر کے لیے روک لیا کہ وہ کوئی قطعی فیصلہ کرسکیں۔اس دوران آپؓ کی شہادت کی افواہ حدیبیہ میں پہنچ گئی جس پر رسول اللہ ﷺ نے چودہ سوصحابہ سے آپؓ کی شہادت پر بیعت رضوان لی۔اس بیعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا:اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

(الفتح:11)

یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو اُس عہد کو پورا کرے جو اُس نے اللہ سے باندھا تو وہ یقیناً اسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

مسجد حدیبیہ- وہ مقام جہاں آنحضورؐ نے صحابہؓ سے بیعت رضوان لی

قریش مکہ اپنی اسی بات پرمصر رہے کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہونگے اور اگلے سال ہی عمرہ کی اجازت کے فیصلہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو واپس بھجوادیا اور حالات کی نزاکت کے پیش نظراس بارہ میں معاہدہ کی طرح ڈالی اور سہیل بن عمرو کو بطورسفیر روانہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی حکمتوں کے پیش نظراس معاہدہ کو قبول کیا،جس سے دوررس نتائج پیدا ہوئے۔

فتح کی تجدیدی بشارت

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے بھی متعدد دفعہ مکہ واپسی کی بشارات عطا فرمائی تھیں جن کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔لیکن صلح حدیبیہ سے واپسی پرخصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پرسورۃ الفتح نازل فرمائی جس کے آغاز میں ہی ایک فتح مبین کا ذکرفرمادیا جس میں قریب کی فتح اور آئندہ ہونیوالی فتوحات کی نوید سناکر جملہ مومنین کے دلوں کوسکینت عطا فرمائی جو ازدیادایمان کا موجب بنی۔چنانچہ فرمایا:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۲﴾ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَیَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ﴿۳﴾ وَّیَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ﴿۴﴾

(الفتح:2-4)

یقیناً ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے تا کہ اللہ تجھے تیری ہر سابقہ اور ہر آئندہ ہونے والی لغزش بخش دے اور تجھ پر اپنی نعمت کو کمال تک پہنچائے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور اللہ تیری وہ نصرت کرے جو عزت اور غلبہ والی نصرت ہو۔

کفار مکہ کی معاہدہ شکنی

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ فریقین کے لیے دس سال کے لیے جنگ کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور ایک شق یہ بھی تھی کہ جو کوئی قبیلہ محمد ﷺ کے ساتھ شامل ہونا چاہے وہ ہوسکتا ہے اسی طرح جو قریش کے ساتھ شامل ہونا چاہے وہ ہوسکتا ہے اور شامل ہونیوالے اسی فریق کا حصہ سمجھے جائیں گے اور ان سے کسی قسم کی زیادتی اور حملہ اس فریق پر حملہ اور زیادتی کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ اس موقع پر بنوخزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور بنوبکر نے قریش کے ساتھ الحاق کرلیا۔

لیکن 8ہجری میں بنوبکر نے اپنا پرانا بدلہ لینے کے لیے بنوخزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کردیا اور قریش نے عہد شکنی کرتے ہوئے ان کی مدد کی۔ بنوخزاعہ کے باقی افراد نے مکہ جاکر پناہ لی اور پھر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا سانحہ بتایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفیر کفار مکہ کی طرف تین شرائط کے ساتھ بھیجا کہ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کرو یا بنوبکر کی حمایت سے الگ ہوجاؤ وگرنہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ جس پر قریش نے پہلی دونوں باتوں کو نہ مان کر معاہدہ صلح حدیبیہ توڑ ڈالا۔

(المواھب اللدنیة للزرقانی جزء 2 صفحہ 292)

جب قریش کو اپنی عہد شکنی کا احساس ہوا تو انہوں نے باہمی مشاورت سے ابوسفیان کو اپنا نمائندہ مقرر کرکے تجدید صلح کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور ابوسفیان وہاں سے مایوس ہوکر واپس آ گیا۔

رمضان المبارک میں مکہ کی طرف روانگی

یہ عجیب اتفاق اور تقدیر الٰہی ہے کہ اس بابرکت مہینہ میں حق باطل کے درمیان فرق کر دینے والا نشان دو دفعہ ظاہر ہوا۔ غزوہ بدر جو حق و باطل میں تمیز کا معرکہ تھا وہ بھی ماہ رمضان المبارک میں وقوع میں آیا اور فتح مکہ کے لیے مدینہ سے روانگی اور ماہ رمضان میں ہی اس کی فتح بھی اسی بابرکت مہینہ رمضان المبارک میں ہوئی۔

چنانچہ 10 رمضان 8 ہجری کو مدینہ سے الٰہی قدیم نوشتوں کی پیشگوئیوں کے مطابق دس ہزار صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسا کہ عہد نامہ قدیم میں ہے۔

’’خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لیے تھی۔‘‘

(کتاب مقدس، استثناء باب 2:33)

مرالظہران میں پڑاؤ اور دوران سفر روزہ افطار کرنے کی سنت

رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام سب روزہ کی حالت میں تھے۔ جب آپ مقام کدید پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔

(بخاری کتاب المغازی بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِی رَمَضَانَ)

دوسری روایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ ’’نبی کریم ﷺ رمضان میں مدینہ سے نکلے اور آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے اور یہ کوچ مدینہ میں آپؐ کی آمد سے (پورے) ساڑھے آٹھ سال بعد ہوا اور جو مسلمان آپؐ کے ساتھ تھے، مکہ کو روانہ ہوئے۔ آپؐ بھی روزہ رکھتے اور وہ بھی۔ یہاں تک کہ جب آپؐ کدید میں پہنچے اور وہ ایک چشمہ ہے جو عسفان اور قدید کے درمیان ہے وہاں آپؐ نے روزہ اطار کیا اور لوگوں نے بھی۔ زہری نے کہا: نبی کریم ﷺ کی اسی بات کو سنت بنایا جاتا ہے جو سب سے آخری ہو۔‘‘

(بخاری کتاب المغازی بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِی رَمَضَانَ)

رات کے ابتدائی اوقات میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے مر الظہران وادی فاطمہ پہنچ کر نزول فرمایا اور حضرت عمر بن خطابؓ کو پہرے کا نگران مقرر فرمایا۔

(الرحیق المختوم اردو ترجمہ صفحہ 546)

ماہ رمضان اور یوم الفرقان فتح مکہ کا دن

17رمضان المبارک 8ھ منگل کی صبح رسول اللہ ﷺ مر الظہران سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (الرحیق المختوم اردو ترجمہ صفحہ 546) اور خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور رسول اللہ ﷺ کی کمال حکمت عملی سے معمولی مزاحمت کے بعد مکہ فتح ہوگیا۔ علامہ ابن سعد کے نزدیک فتح مکہ 20رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جزء2 صفحہ 104) اس عظیم غزوہ میں کفار کی مزاحمت کی وجہ سے صرف دس سے اٹھائیس افراد قتل ہوئے۔

(سیرت الحلبیہ جزء 4 صفحہ 97-98)

رسول اللہ ﷺ کی مکہ میں آمد اور عام معافی کا اعلان

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجراسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اس سے بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر موجود تین سو ساٹھ بتوں کو توڑ دیا ساتھ فرماتے جاتے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ۔ پھر آپ نے کعبہ کی کنجی منگوائی اور اسے شرکیہ تصاویر سے پاک کیا اور وہاں نفل نماز ادا کی۔ اس سے فارغ ہوکر کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ اور اس کے خاندان کے ہی سپرد کردی۔ جب باب کعبہ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کے تمام جانی دشمن آپؐ کے سامنے تھے۔ آپؐ نے اس جگہ عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جو اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ اس خطبہ میں خونی دشمنوں کے لیے معافی اور مساوات انسانی کا اعلان تھا، کسی غرور کی بجائے فخر و مباہات کے خاتمہ کا اعلان تھا۔ یہ معرکۃ الآراء خطبہ بھی دراصل آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا کمال اظہار تھا۔ اس خطاب کے بعد آپؐ نے فرمایا:

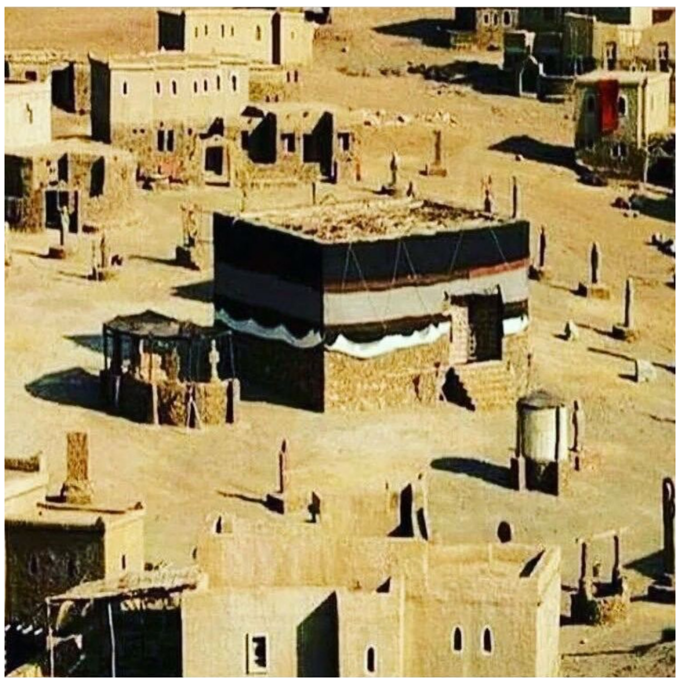

’’اے مکّہ والو! اب تم خود ہی بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟‘‘ اور پھر خود ہی نہایت عفو کرم کا سلوک فرماتے ہوئے فرمایا: ’’اِذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ‘‘ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لیے عفو کا طلب گار ہوں۔

(السیرۃ النبویة لابن ھشام جلد 4 صفحہ 94)

ساتھ ہی یہ احکام جاری فرمائے کہ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے، جو خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی قتل نہ کیا جائے، معذور کا تعاقب نہ کیا جائے، بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(مسلم کتاب الجھاد والسیر باب فتح مکہ)

پس رسول رحمت ﷺ نے چند واجب القتل مجرموں کی بجائے اپنے تمام جانی دشمنوں سے عفو و درگزر فرماتے ہوئے انہیں معاف کردیا۔ واجب القتل مجرموں کی تعداد مورخین نے دس بتائی ہے جن میں سے صرف تین عبد اللہ بن ہلال بن خطل، حویرث بن نقیذ اور مقیس بن ضبابہ وغیرہ اپنے انجام کو پہنچے۔ عبد اللہ بن ابی سرح کو حضرت عثمان بن عفانؓ نے پناہ دے دی۔ باقی سب جب معافی کے طلبگار ہوئے تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے معاف فرماتے ہوئے انہیں امان دے دی۔ جیسے ہند زوجہ ابوسفیان جس نے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ چبایا، وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، حارث اور زہیر وغیرہ۔ فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کے ساتھ اس حسن سلوک اور ان کے حقوق کی حفاظت کی بے نظیر مثال کا مستشرقین نے حیران ہوتے ہوئے ذکر کرکے رسول اللہ ﷺ کی بے حد تعریف کی ہے۔

پس رمضان المبارک میں فتح مکہ کا نشان ایک عظیم الشان نشان ہے اور نامساعد حالات کے باوجود فتح پانا ایک ایمان افروز واقعہ ہے۔ اس لیے ہر رمضان ہمیں غزوہ بدر اور فتح مکہ کی ہمیں یاد دلاتا ہے اور خدائے غالب کی قدرت نمائی کا شاہکار اور ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنیوالا ہے۔

رمضان المبارک اور دعاؤں کے ہتھیار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں جماعت آخرین کے لیے بھی رمضان المبارک فتوحات کا مہینہ ثابت ہو۔ آمین۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ مسیح و مہدی کا زمانہ تلوار کے جہاد کا زمانہ نہیں کہ میدان جنگ میں بزور بازو تیر و تفنگ، بندوقوں اور توپوں سے فتوحات حاصل ہوں بلکہ یہ زمانہ جہاد بالنفس، جہاد بالقلم اور دعاؤں کے ذریعہ جہاد کا زمانہ ہے جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل ہونا مقدر ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

’’اے احمدی! اِس رمضان کو فیصلہ کُن رمضان بنا دو۔ اس الٰہی جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ مگر تمہارے لئے کوئی دنیا کا ہتھیار نہیں ہے۔ دنیا کے تیروں کا مقابلہ تم نے دعاؤں کے تیروں سے کرنا ہے۔ یہ لڑائی فیصلہ کُن ہو گی لیکن گلیوں اور بازاروں میں نہیں، صحنوں اور میدانوں میں نہیں، بلکہ مسجدوں میں اس کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ راتوں کو اُٹھ کر اپنی عبادت کے میدانوں کو گرم کرو اور اِس زور سے اپنے خدا کے حضور آہ و بکا کرو کہ آسمان پر عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ کا شور بلند کر دو۔ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنے سینے کے زخم پیش کرو، اپنے چاک گریبان اپنے ربّ کو دکھاؤ

بقیہ صفحہ 13 پر

درثمین احمد

عید الفطر
تشکر کا دن

عید عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خوشی، جشن، فرحت اور چہل پہل کے ہیں۔عید کے لغوی معنی بار بار لوٹ کر آنے والی کے ہیں۔ چونکہ یہ ہر سال آتی ہے اس وجہ سے بھی اسے عید کہتے ہیں۔اسلام میں عید کے لفظ کو یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جبکہ فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں یعنی روزہ ختم کرنا۔عید الفطر کے دن روزوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے،اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کو روزہ اور عبادتِ رمضان کا ثواب عطا کرتا ہے،لہٰذا اس تہوار کو عید الفطر قرار دیا گیا ہے۔

صدقہ فطر

فطرانہ یا زکوٰۃ وہ صدقہ ہے جسے نمازِ عید الفطر سے پہلے ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے،خواہ وہ مرد ہو عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، بچہ ہو یا بوڑھا۔ ہر مسلمان اپنے اور ان اہل خانہ کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کا پابند ہے جن کی وہ قانونی طور پر کفالت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کو لغو اور بے ہودہ اقوال و فعال کے اثرات سے جو روزے کے دوران سرزرد ہو جاتے ہیں، پاک کرنے اور عید کے دن مساکین کو کھانا مہیا کرنے کے زکاۃ الفطر (فطرانہ) فرض قرار دی، چنانچہ جس نے اسے نماز (عید) سے پہلے پہلے ادا کر دیا تو یہ ایسی زکاۃ ہے جو قبول کر لی گئی اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر 1609)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فطرانہ نمازِ عید الفطر سے پہلے ادا کرنا چاہئے،اگرچہ عید سے ایک یا دو روز پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس فطرانے کی مقدار ایک صاع ہے جو چار ''مُد'' ہوتا ہے۔کلوگرام کے لحاظ سے صاع کا وزن سوا دو کلو بنتا ہے۔

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں ہم (نبی ﷺ کے زمانے میں) فطرانہ ایک صاع اناج یا گندم یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1506)

بہتر یہ ہے کہ فطرانہ اجناس میں سے دیا جائے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہے، تاہم اگر رقم کے ذریعے ادا کیے بغیر چارہ نہ ہو تو رقم بھی دی جا سکتی ہے۔ زکوٰۃ الفطر ایسے افراد پر فرض نہیں ہے جن کے پاس دن بھر کا کھانا موجود نہ ہو۔

پیارے نبیؐ کے عید کے بارے میں اعمال مسنونہ

عید کے اس بابرکت تہوار کے لئے بھی پیارے نبی ﷺ نے آداب سکھائے اور ہدایات دیں۔عید کے دن آنحضرت ﷺ خاص صفائی کا اہتمام فرماتے۔غسل فرماتے، مسواک اور خوشبو کا استعمال کرتے اور صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔اگر میسر ہو تو نئے کپڑے پہنتے۔مسلمانوں کے اس قومی و مذہبی تہوار میں شمولیت کے لئے آنحضرت ﷺ خاص تحریک فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ عید الفطر کے روز صبح کچھ طاق عدد میں کھجوریں تناول فرما کر عید پر جاتے تھے۔ البتہ عید الاضحیٰ کے دن آپ قربانی کے گوشت سے کھانا شروع کرتے تھے۔آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ایک راستے سے عید گاہ تشریف لاتے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لے جاتے تا کہ مسلمانوں کے تہوار کی عظمت لوگوں پر ظاہر ہو اور باہم ملاقات اور خوشی کے زیادہ مواقع میسر آئیں۔اور دونوں راستوں پر آباد لوگ آپؐ کی برکت حاصل کر سکیں۔

(ترمذی ابواب العیدین باب فی خروج النبی ﷺ الی العید فی طریق)

سنت مبارکہ کے درج ذیل پہلو ہے جن پر عید کے دن عمل کرنا مسنون ہیں

1. عمدہ صاف لباس جو پاس ہو پہنا جائے
2. غسل کرنا
3. مسواک کرنا
4. شرع کے موافق اپنی آرائش زیبائش کرنا
5. خوشبو لگانا
6. صبح کو بہت سویرے اٹھنا
7. عید گاہ بہت سویرے جانا
8. اچھا کھانا پکانا اور قبل عید گاہ جانے کے کوئی شریں چیز جیسے کھجور وغیرہ کھانا
9. قبل عید گاہ جانے کے صدقہ فطر دے دینا
10. عید کی نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا
11. جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا
12. پیادہ پا جانا
13. راستے میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا چاہئے

(ابن ماجہ باب ماجاءالاغتسال فی العیدین)

ترمذی باب فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج ابواب العیدین)

نمازِ عیدین کا حکم اور وقت

نمازِ عیدین کا حکم ہجرتِ مدینہ کے پہلے سال دیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خوشی اور فرحت کے لئے سال میں دو اہم دن مقرر کئے جن میں سے ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر کا دن ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو (دیکھا کہ) وہاں کے لوگ دو دن کھیل تماشے میں گزارتے تھے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ دن کیا ہیں؟انہوں نے کہا کہ ہم ایام جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان ایام کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو ایام: یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر عطا فرمائے ہیں۔

(أبو داؤد، السنن، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین)

ماہ رمضان گزرنے پر کیم شوال کو افطار کرنے اور روزوں کی برکات حاصل کرنے کی توفیق پانے کی خوشی میں عید الفطر اور دسویں ذوالحجہ کو حج کی برکات میسر آنے کی خوشی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں عید الاضحیہ منائی جاتی ہے۔نماز عید کا اجتماع ایک رنگ میں مسلمانوں کی ثقافت اور دینی عظمت کا مظہر ہوتا ہے اس لئے مرد عورت بچے سبھی شامل ہوتے ہیں۔

(ترمذی کتاب الصلوۃ باب خروج النساء فی العیدین صفحہ 70)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں واجب کی طرح سنت موکدہ ہیں اچھے کھانے، خوبصورت کپڑے اور کھیل کود تو ظاہری خوشی کے اظہار کے طریقے ہیں۔ایک مسلمان کی حقیقی خوشی اور سچی عید تو یہ ہے کہ اس کا اللہ اس سے راضی ہو جائے۔اس لئے تیس دن کے روزے رکھنے کے بعد عید کے روز مسلمان خدا تعالیٰ کے شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز عید بھی ادا کرتے ہیں۔عید کی دو رکعت نماز کسی بھی کھلے میدان یا عید گاہ میں زوالِ شمس سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔حسبِ ضرورت عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔عید کی نماز باجماعت ہی پڑھی جا سکتی ہے اکیلے جائز نہیں۔

مختلف احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ عیدین کے موقع پر عید گاہ تشریف لے جاتے اور سب سے پہلا کام یہ کرتے کہ نماز شروع فرماتے۔نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔حضور ﷺ ان کو وعظ ونصیحت فرماتے، ضروری احکام کا اعلان فرماتے اور پھر اس سے فارغ ہو کر گھر واپس جاتے۔

(بخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر)

عید کے خطبہ میں عورتوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے اور ان تک آواز پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو امام علیحدہ طور پر بھی عورتوں کو خطاب کر سکتا ہے۔چنانچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ایک عید کا خطبہ دیا اس کے بعد آپ عورتوں کی صفوں کے پاس تشریف لائے۔حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔آپ ﷺ نے ان کو وعظ ونصیحت فرمائی۔خاوندوں کی اطاعت کی اور زبان درازی سے بچنے کی تلقین فرمائی اور صدقہ دینے کی تحریک کی۔حضور ﷺ کی اس تحریک پر عورتیں ہاتھوں، کانوں اور گلے کے زیور اتار اتار کر حضرت بلالؓ کی چادر میں ڈالنے لگیں۔اس کے بعد رسول اللہؐ واپس تشریف لائے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب العیدین، باب الصلاۃ قبل العید وبعدہا، 1: 335)

آنحضرت ﷺ جب نماز مکمل کر لیتے تو فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے، لوگ صفوں میں بیٹھے ہوتے تو آپؐ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔عید گاہ میں کوئی منبر نہ تھا جس پر چڑھ کر وعظ فرماتے ہوں، نہ مدینہ کا منبر یہاں لایا جا سکتا تھا بلکہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے۔

(بخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر)

حضرت جابرؓ بتاتے ہیں کہ میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ عید کے دن نماز میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھائی۔ اس سے فارغ ہو کر حضرت بلالؓ کے کندھے کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا۔ اس کی اطاعت کی رغبت دلائی اور نصیحت کی اور پھر انعامات خداوندی وغیرہ یاد دلائے۔ پھر آپؐ خواتین کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں نصیحت کی۔

(مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ العیدین، باب 2 : صفحہ 603)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہدِ مبارک میں عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے آ گئے۔ آپؐ نے نماز عید پڑھائی اور پھر فرمایا عید کی نماز جمعہ کا بدل ہے اس لئے اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے نہ آنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔ البتہ ہم انشاء اللہ وقت پر جمعہ پڑھیں گے۔

(سنن ابن ماجه الجزء الاول كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها باب ما جاء فيما اذا اجتمع العيدان فی يوم)

اگر عید کی نماز پہلے دن زوال سے پہلے نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر دوسرے دن اور عید الاضحیہ تیسرے دن زوال سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔

(ابوداود كتاب الصلوة باب اذالم يخرج الامام للعيد من يومه)

تکبیرات عید

نماز عید میں نہ تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔ نماز عید کا وقت سورج کے نیزہ بھر آسمان پر جانے کا ہے۔ موسم کے حالات کے لحاظ سے عید کا وقت لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھ کر مقرر کرنا چاہئے۔ عام طور پر عید الفطر نسبتاً تاخیر سے اور عید الاضحیٰ جلدی پڑھی جائے یہی سنت ہے۔

نماز عید کی دونوں رکعات میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب مسجد میں پہنچتے تو اذان و اقامت کے بغیر ہی نماز شروع فرما دیتے اور سنت یہی ہے کہ ان میں سے کوئی فعل نہ کیا جائے۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ جب عید گاہ پہنچتے تو عید سے قبل کوئی نفل وغیرہ نہ پڑھتے اور نہ بعد میں پڑھتے اور خطبہ سے پہلے نماز شروع کرتے۔ پہلی رکعت میں سات مسلسل تکبیریں کہتے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک ہلکا سا وقفہ ہوتا۔ تکبیرات کے درمیان آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی مخصوص ذکر مروی نہیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ جب تکبیریں ختم فرماتے تو قرأت شروع کرتے۔ یعنی سورہ فاتحہ پھر اس کے بعد سورہ ق والقرآن المجید، ایک رکعت میں پڑھتے اور دوسری رکعت میں اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ پڑھتے۔ بسا اوقات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو رکعتوں میں سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی اور ھَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَۃِ پڑھتے۔ جب قرأت سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے۔ پھر ایک رکعت مکمل کرتے اور سجدہ سے اٹھتے۔ پھر پانچ بار مسلسل تکبیریں مکمل کر لیتے تو قرأت شروع کر دیتے۔ اس طرح ہر رکعت کے آغاز میں تکبیریں کہتے اور بعد میں قرأت کرتے۔

(ترمذی، ابن ماجه باب كم يكبر الا مام فی صلوٰة العيدين، ابن ماجه فی الخطبة فی العيدين)

وبائی حالات میں نماز عید گھر میں کیسے ادا کی جاسکتی ہے

آجکل وبائی مرض کرونا وائرس کی وجہ سے تقریباً سارے ممالک میں لاک ڈاؤن یا ایمرجنسی کے نفاذ کی وجہ سے نماز عید کا مسئلہ زیر غور ہے۔ جبکہ اکثر مقامات پر اجتماعات کی ممانعت ہے اور سماجی فاصلے اختیار کرنے کی تلقین کی جارہی ہے تو اس موقع پر یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ آیا گھروں میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے کہ نہیں؟ یا عید پڑھنے کے لئے اہل شہر کا کسی عید گاہ یا جامع مسجد میں جمع ہونا ضروری ہے؟ اس ضمن میں درج ذیل امور ہمارے لئے مشعل راہ ہے:

فتح مکہ کے موقع پر غیر معمولی حالات درپیش تھے اور روایات کے مطابق آپ عید الفطر کی نماز ادا نہ فرما سکے۔ گویا پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسوہ مبارک نے ہمیشہ کے لئے امت مسلمہ کی راہنمائی فرمادی کہ ہنگامی حالات درپیش ہوں تو اس بارہ میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

نماز جمعہ ایک فریضہ ہے جس میں شمولیت کے لئے سورۃ الجمعہ میں فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ کے الفاظ میں تاکیدی حکم دیدیا گیا۔ جبکہ عیدین کی فرضیت اور تاکید کے بارہ میں ایسا کوئی حکم قرآن کریم میں موجود نہیں۔ لہٰذا موجودہ وبائی حالات میں اگر نماز جمعہ کے لئے کوئی متبادل صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں تو عید کے لئے کوئی متبادل آسان راستہ اختیار کرنا کیسے ممنوع ہوسکتا ہے؟

ایک بارش کے موقع پر حضرت عبداللہ بن عباس نے اذان کے دوران ''صلوا فی بُیوتکم'' یعنی گھروں میں ہی نماز پڑھ لو کا اعلان کرنے کا ارشاد فرمایا اور یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ایسا کرنا پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت مبارک سے ثابت ہے۔ پس اگر عید کو جمعہ کی فرضیت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو گھر میں عید پڑھنے کے لئے اس ارشاد سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اگر کسی گاؤں، شہر یا ملک میں کوئی ایک گھرانہ ہی مسلمان ہو تو ایسی صورتوں میں عید کی نماز گھر پر ہی ادا ہوسکتی ہے۔ صحابہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسوہ مبارک سے ثابت ہے کہ کسی مجبوری کی صورت میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھر میں جمع کر کے ویسے ہی نماز ادا ہوسکتی ہے جیسے مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ان کے غلام ابن عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کے سب مکینوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نمازِ عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔

(الجامع الصحيح البخاری كتاب العيدين باب اذافاته العيديصلی ركعتين)

موجودہ حالات کے بارہ میں امامِ وقت کی نصائح

موجودہ وبائی حالات میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ہمیں بعض ایسے اصول عطا فرمائے ہیں کہ اگر ہم ان ارشادات کو اپنا راہنما بنالیں تو ہماری یہ عید ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

گھروں کو مسجد بنا دیں

اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقصد حیات تھی۔ موجودہ حالات میں اسلامی فرائض کی ادائیگی کے بارہ میں نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ''آجکل کے حالات کی وجہ سے ہم مسجد نہیں جاسکتے لیکن اس فرض کو اپنے گھروں میں ادا کرنا ضروری ہے۔''

(خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

حکومتی ہدایات کی پابندی بھی ضروری ہے

اسلامی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اصولی راہنمائی فرماتے ہوئے ایک نصیحت آپ نے یہ فرمائی کہ ''یہ بیماری ایسی ہے جس میں ایک دوسرے سے بیماری پھیلنے کا بھی خطرہ ہے اور جس کو روکنے کے لئے حکومت نے بعض قواعد اور قانون بنائے ہیں۔ ملکی قوانین کے تحت ان پر چلنا بھی بہت ضروری ہے۔''

(خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

خدمت انسانیت کے دن عید الفطر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بہترین موقع ہے۔ صدقہ الفطر کی تعلیم میں اسی پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ موجودہ ایام میں عید الفطر کے موقع پر حضور انور کا یہ ارشاد پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے ''حقوق العباد کی ادائیگی کے یہی دن ہیں اور اس ذریعہ سے یہ اللہ کا قرب پانے کے دن ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 2020ء)

شعائر اللہ کا احترام

تربیت اولاد کے لئے ضروری ہے

موجودہ حالات میں بچوں کو اسلامی تعلیم سے وابستہ رکھنے کے بارہ میں حضور کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''گھروں میں نماز باجماعت کی عادت ڈالیں۔ ایسا کرنے سے بچوں کو یہ علم ہوگا کہ نماز پڑھنا ضروری ہے اور باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔''

(خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

دعاؤں کے دن

جیسے آجکل کے حالات یا ایام جا رہے ہیں حضور انور نے ان ایام کو دعاؤں کے دن قرار دیتے ہوئے 10 اپریل کے خطبہ میں فرمایا کہ ''اپنے لئے، اپنے پیاروں کے لئے، عزیزوں کے لئے، جماعت کے لئے اور عمومی طور پر انسانیت کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 2020ء)

پس عید کے موقع پر حضور انور کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے عزیز و اقارب، دوستوں اور پیاروں کے لئے مجسم دعا بن جائیں۔

قرآن و سنت، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں عید الفطر کیسے منائی جائے

عام طور پر لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان عید الفطر کی خوشی اس لئے مناتے ہیں کہ رمضان کے روزوں کی بھوک، پیاس اور دوسری خصوصی پابندیوں کی قید سے نجات ملی اور اب وہ آزاد ہیں کہ جو چاہیں کریں اور جس طرح چاہیں کھائے پیئے اور دیگر امور میں تمام شرعی حدود و قیود کو پھلانگتے پھریں۔ یہ تصور جاہلانہ تصور ہے اور رمضان اور روزہ کی حقیقی

غرض و غایت سے عدم واقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس قسم کے تصور کے حامل مسلمان ہی ہیں جن کے روزے ان کی زندگیوں میں ذرہ بھر بھی پاک تبدیلی نہیں کرتے کیونکہ ان کا روزہ محض بھوکا اور پیاسا رہنے کی حد تک ہوتا ہے اور وہ ایک رسم کے طور پر اسے رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ اپنے ماحول میں ایسے لوگوں کی زندگی پر، ان کی سوسائٹی پر، ان کی معاشرتی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ عملاً وہ رمضان میں بھی ایسے بہت سے افعال قبیحہ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن افعال کے مرتکبین کے لئے خدا کے کلام میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

جہاں تک جماعت احمدیہ مُسلمہ کا تعلق ہے تو ہماری عید کی خوشی اس وجہ سے ہے کہ ہمیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ توفیق بخشی کہ اُس کے حکم سے، اُس کی رضا کی خاطر روزے رکھیں۔ اس لئے کہ ہمارا افطار کرنا بھی اُسی کے حکم کے تابع ہے۔ ہماری حقیقی خوشی خدا کے حکموں کی اطاعت و فرمانبرداری میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عید کی خوشی میں ہم بعض دیگر مسلمانوں کی طرح فضول، لغو اور بیہودہ ناچ گانے کی مجالس یا پُرتعیش دعوتوں میں منہمک نہیں ہوتے بلکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے ہماری توجہ خدا کی تکبیر وتحمید اور اس کے ذکر اور شکر کی طرف پہلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں مومنین سے ایسی ہی خوشی منانے کی توقع رکھی گئی ہے۔ چنانچہ جہاں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم دیا گیا اور روزے سے متعلق مختلف احکامات بیان فرمائے گئے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰٮکُمۡ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔ (البقرہ:180) یعنی اس حکم کی غرض یہ ہے کہ تم ایک مقررہ عِدّت کو پورا کرو اور اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تا کہ تم شکر کرو۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص محض للہ دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرے گا اس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا جائے گا اور اس کا دل اس وقت بھی نہیں مرے گا جب سب دنیا کے دل مر جائیں گے

(ابن ماجہ کتاب الصیام باب فی من قام فی لیلۃ العیدین)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ''بنی نوح انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی خدمت وعبادت ہے اور اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ اور یہ زبردست ذریعہ عید کے موقع پر اپنے آس پاس نادار یتیم مسکین لوگوں سے ہمدردی اور شفقت سے پیش آ کر حاصل کیا جاسکتا ہے''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں'' آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات وصدق اس مہینہ کی برکات میں سے ہے۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔ دو بک گیہوں کے یا چار جَو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے بیشتر ضرور ادا کیا جاوے اور جن کو خدا نے موقع دیا وہ زیادہ دیویں۔''

(خطبات نور صفحہ 179)

حضرت خلیفۃ الثانی فرمایا۔'' میں اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم پر اپنا فضل نازل کرے تا کہ ہم سے ہر شخص کو حقیقی عید میسر ہو کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہ صرف اپنے لئے عید منائیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی، جو مصائب اور دکھوں میں گرفتار ہیں عید کا سامان مہیا کر دیں''

(خطبہ عید الفطر 9 فروری 1932)

پھر ارشاد فرماتے ہیں

'' جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے بھی غرباء کی فلاح اور بہبود کے لئے خرچ کرو۔ یہ روح جس دن مسلمانوں میں پیدا ہوگی درحقیقت وہی دن ان کے لئے حقیقی عید کا دن ہو گا۔ کیونکہ رمضان نے ہمیں بتایا ہے کہ تمہاری کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ تمہارے گھر میں دولت تو ہو مگر اسے اپنے لئے خرچ نہ کرو بلکہ دوسروں کے لئے کرو۔

(خطبہ عید الفطر 12 مئی 1956 از خطبات محمود جلد اول ص 342)

حضرت خلیفۃ الثالث نے خلافت کے آغاز میں ہی اس امر کی خواہش ظاہر فرمائی کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہیے۔ آپ اس اس سلسلہ میں عہدیداروں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔'' آج میں ہر ایک کو ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔ دیکھو میں یہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔''

(خطبہ جمعہ 17 دسمبر 1965 از خطبات ناصر جلد اول صفحہ 52)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے عید کے اس اہم سبق کی طرف بار بار توجہ دلائی۔ آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں۔'' میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں۔ آپس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بانٹیں۔ کیونکہ حق ہے یہ ذوی القربیٰ کا بھی حق ہے۔ دوستوں کا بھی حق ہے۔ وہ حقوق بھی ادا ہونے چاہیں۔۔۔۔

کوشش کریں کہ حق المقدور ایک سے زیادہ گھر بانٹیں مگر بہرحال یہ کوئی تکلیف مالایطاق دینے والی بات تو نہیں ہے عید منانی ہے آپ نے جتنی عید بھی آپ منا سکیں آپ کی توفیق کے مطابق ہے آپ ان گھروں میں جائیں، ان کے حالات دیکھیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی۔۔۔۔۔

یہ ہے عید جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید ہے یہ وہ عید ہے جو درحقیقت ہر سچے مذہب کی عید ہے۔۔۔۔۔۔ پس جس کو یہ عید نصیب ہو جائے اس کو اور کیا عید چاہیے۔ اس کی عیدیں ہی عیدیں ہیں۔ یہی وہ عید ہے جو اسلام کی عید ہے۔''

(خطبہ عید الفطر 12 جولائی 1983 از خطبات طاہر عیدین ص 18-20)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ نے اس اہم امر کی طرف یوں توجہ دلائی'' عید کے دن ہر احمدی اپنے ماحول میں جائزہ لے اور ضرورت مندوں کا خیال کرے۔ یہ عمل خدا کے فضل سے ذاتی اور جماعتی سطح پر ہو رہا ہے، لیکن ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ یہ کام اچھا کھلانے اور پہنانے تک ہی ختم نہیں کرنا۔ جس طرح عید کے دن ان کا خیال رکھا جارہا ہے ان رابطوں کو توڑنا نہیں بلکہ ان پر نظر رکھیں خود بھی ان کا دھیان رکھیں اور نظام کو مطلع کریں۔ ان کو کام پر لگائیں ان کی ہمت بندھائیں یہ ان پر جاری احسان ہوگا اس طرح کم استطاعت والوں کو اٹھانے کی کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اگلے سال عید پر دوسروں کی مدد کر رہا ہو۔ اس طرح پر معاشی استحکام سے اخلاقی معیار بھی بلند ہوں گے اور پاکیزہ معاشرے کا قیام عمل میں آئے گا۔''

(خطبہ عید الفطر 26 نومبر 2003 از الفضل 3 دسمبر 2003)

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ عید ہر لحاظ سے مبارک کرے اور رمضان کی برکات ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں آمین

بقیہ: فتوحات کا مہینہ اور فتح مکہ ...... از صفحہ 11

اور کہو کہ اے خدا! قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے پس اِس زور کا شور مچاؤ اور اس قوت کے ساتھ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ کی آواز بلند کرو کہ آسمان سے فضل اور رحمت کے دروازے کُھلنے لگیں اور ہر دروازے سے یہ آواز آئے۔ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ، اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ سنوسنو! کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ اے سننے والوسنو! کہ خدا کی مدد قریب ہے۔ اے مجھے پکارنے والوسنو! کہ خدا کی مدد قریب ہے اور وہ پہنچنے والی ہے۔''

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 349)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے موجودہ حالات میں رمضان المبارک میں دعاؤں کی خاص تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے لیے دعاؤں کا راستہ کھلا ہے۔ ہمیں اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دعاؤں کا راستہ کھولا ہے اور خدا تعالیٰ دعائیں سنتا ہے۔ اگر خالص ہو کر اس کے آگے جھکا جائے تو وہ قبول کرتا ہے، کس رنگ میں قبول کرتا ہے یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ اپنے لیے، اپنے پیاروں کے لیے، اپنے عزیزوں کے لیے، جماعت کے لیے اور عمومی طور پر انسانیت کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں ... آج کل دعاؤں، دعاؤں اور دعاؤں پر بہت زور دیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو ہر لحاظ سے اور مجموعی طور پر جماعت کو بھی ہر لحاظ سے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی دعائیں کرنے اور دعاؤں کی قبولیت سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 2020ء)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (سنن الترمذی ابواب الدعوات باب نمبر 88/84 حدیث: 3513)

ترجمہ:اے اللہ! یقیناً تُو بہت زیادہ عفو و درگزر کرنے والا ہے اور تُو عفو و درگزر کو پسند کرتا ہے پس تُو مجھ سے عفو اور درگزر سے کام لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی کیا رائے ہے، اگر مجھے معلوم ہو کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو اس میں مَیں کیا کہوں؟ آپؐ نے فرمایا تم کہو (مندرجہ بالا دعا)

رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت کے متعلق قرآن کریم اور حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور جو بھی ایمان اور رضاء الٰہی کی غرض سے اس عشرے کی راتوں میں عبادت کی غرض سے اٹھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کیے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر و ثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔(صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر، حدیث:2014)

ہمارے بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

پس ہمارے سامنے یہ اُسوہ ہے۔ ان بقایا دنوں میں ہمیں چاہئے کہ خاص توجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یہ دن گزاریں، دعاؤں میں لگ جائیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن جائیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور محاسبہ نفس کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے، اسے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے لیلۃ القدر کی رات قیام کیا اسے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر۔ باب فضل لیلۃ القدر)

گزشتہ گناہ بخشے جانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس کو آئندہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور نیکیاں کرنے کی طرف توجہ زیادہ پیدا ہو جائے گی اور اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بن جائے گا۔ پس ایک مومن جب اپنی غلطیوں پر نظر رکھتے ہوئے، اپنا محاسبہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہو گا، اس کے آگے جھک رہا ہو گا، دعائیں کر رہا ہو گا تو یہ دن یقیناً اس میں انقلابی تبدیلی پیدا کرنے والا دن ہو گا۔ پس ہر احمدی کو چاہئے کہ ان دنوں کو اپنی زندگیوں کو سنوارنے کا ذریعہ بنالیں اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن جائیں۔

(خطبہ جمعہ 28 اکتوبر 2005ء)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لیلۃ القدر کی بشارت دینے کے لئے حجرے سے باہر تشریف لائے، لیکن مسلمانوں کے دو آدمی اس وقت آپس میں کسی بات پر لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں (لیلۃ القدر) کے متعلق بتانے کے لئے نکلا تھا لیکن فلاں فلاں آپس میں لڑنے لگے اور (میرے علم سے) وہ اٹھالی گئی۔ ممکن ہے کہ یہی تمہارے لئے اچھا ہو۔ اب تم اسے 29 رمضان اور 27 رمضان اور 25 رمضان کی راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الادب حدیث:6049)

مرسلہ:مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموزبات

آج کل دُنیا کی چکاچوند اور مادیت نے جہاں ایک طرف انسان کو دُنیاوی خواہشات کے حصول کے لئے بہت حریص بنا دیا ہے تو وہیں دینی معاملات میں قانع کہ معمولی نیکی بجالانے پر بھی انسان مطمئن ہو جاتا ہے کہ وہ بہت نیک ہے. اسلامی تعلیمات مومن کی یہ شان بتاتی ہیں کہ وہ دُنیاوی معاملات میں حرص و ہوس سے پاک اور قانع ہوتا ہے. جبکہ اخلاص و دین اور نیکی کے ہر پہلو کو اختیار کرنے کا حریص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کی اِن حقیقتوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرسلہ:ثمرہ خالد۔ جرمنی

فقہی کارنر

اعتکاف کے دوران بات چیت کرنا

سوال: جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ ’’سخت ضرورت کے سبب کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔‘‘

(بدر 21 فروری 1907ء صفحہ 5)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

29 اپریل2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:30	18:45
مدینہ منورہ	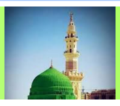	04:25	18:50
قادیان		04:17	19:07
ربوہ		03:57	18:47
اسلام آباد ٹلفورڈ	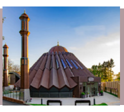	04:10	20:21